شرح چندہ
سالانہ ۲۴ روپے
ششماہی ۱۳ روپے
سہ ماہی ۷ روپے
ایک ماہ ۵۰-۲ روپے
فی پرچہ ۱۰ پیسے
خطبہ نمبر ۵ روپے
فون نمبر ۹ ربوہ

شرح چندہ
سمندری ڈاک
بیرون ۲۵ شلنگ
اسلامی ممالک ۵۰-۳۲ روپے
ہوائی ڈاک
کینیڈا وغیرہ ۲۶۰ روپے
انگلینڈ وغیرہ ۲۰۰ روپے
تار کا پتہ ۔ ڈیلی الفضل ربوہ

جلد ۵۲/۱۷ | ۱۹ امان ۱۳۴۲ھش ۲۴ شوال ۱۳۸۲ھ ۱۹ مارچ ۱۹۶۳ء | نمبر ۶۵

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع

محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب

ربوہ ۱۸ مارچ بوقت ۸ بجے صبح

کل شام کے وقت حضور کو کچھ بے چینی کی تکلیف ہوگئی۔ اس وقت طبیعت اچھی ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولیٰ کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔

آمین اللّٰھم آمین

مکرم مولوی بشارت احمد صاحب نسیم بخیریت بورنیو پہنچ گئے

مبلغ بورنیو مکرم مرزا ادریس احمد صاحب بذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں کہ مکرم مولوی بشارت احمد صاحب نسیم امروہوی بخیریت بورنیو پہنچ گئے ہیں۔ آپ اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے ۲۰ فروری ۱۹۶۳ء کو ربوہ سے روانہ ہوئے تھے۔

احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ آپکو خدمتِ اسلام کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(وکالت تبشیر ربوہ)

مسیحِ وقت کی آمد

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

یارو مسیحِ وقت کہ تھی جن کی انتظار
رہ تکتے تکتے جن کی کروڑوں ہی مر گئے

آئے بھی اور آکے چلے بھی گئے وہ آہ
ایامِ سعد ان کے بسرعت گذر گئے

آمد تھی ان کی یا کہ خدا کا نزول تھا
صدیوں کا کام تھوڑے سے عرصہ میں کر گئے

وہ پیڑ ہو رہے تھے جو مدت سے چوبِ خشک
پڑتے ہی ایک چھینٹا دلہن سے نکھر گئے

پل بھر میں میل سینکڑوں برسوں کی دُھل گئی
صدیوں کے بگڑے ایک نظر میں سُدھر گئے

پُر کر گئے فلاح سے جھولی مُراد کی
دامانِ آرزو کو سعادت سے بھر گئے

پر تم یونہی پڑے رہے غفلت میں خواب کی
دیکھا نہ آنکھ کھول کے ساتھی کدھر گئے

صد حیف ایسے وقت کو ہاتھوں سے کھو دیا
وا حسرتا کہ جیتے ہی جی تم تو مر گئے

سونگھی نہ بُوئے خوش نہ ہوئی دیدِ گُل نصیب
افسوس دن بہار کے یونہی گذر گئے

(کلامِ محمود)

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل دار الرحمت وسطی ربوہ سے شائع کیا

برطانیہ میں سب سے پہلا تبلیغی پیغام
ملکہ وکٹوریہ کے نام

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اس شخص کی طرف سے جو یسوع مسیح کے نام پر طرح طرح کی بدعتوں سے دنیا کو چھوڑانے کے لئے آیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ امن اور نرمی کے ساتھ دنیا میں سچائی قائم کرے اور لوگوں کو اپنے پیدا کنندہ سے سچی محبت اور بندگی کا طریق سکھائے۔"

یہ وہ الفاظ ہیں جن سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مکتوب بنام ملکہ وکٹوریہ جو تحفہ قیصریہ کے نام سے مشہور رہے کا آغاز فرمایا ہے جو ملکہ موصوف کی تقریب جلسہ جوبلی شصت سالہ پر بطور مبارکباد کے بھیجا گیا تھا۔ یہی مبارکباد کا وہ مکتوب ہے جس کے متعلق قدوۃ السالکین حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ چاچڑاں شریف نے "اشارات فریدی" میں فرمایا ہے۔

"و بر حمایت اسلام و دین چناں کمر ہمت لبستہ کہ ملکہ زماں لنڈن را نیز دعوت دین محمدی کردہ است۔"

یعنی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حمایت اسلام کے لئے اس طرح کمر ہمت باندھی ہے کہ ملکہ زماں لنڈن کو بھی دین محمدی کی دعوت دی ہے۔

اشارات فریدی کا یہ حصہ اس قابل ہے کہ اسے یہاں ذرا وسعت سے نقل کر دیا جائے۔ فھو ھذا۔

"بعد ازاں فرمودند کہ ہمہ اوقات مرزا صاحب بعبادتِ خدا عزّ و جلّ میگذارند۔ یا نماز میخوانند یا تلاوتِ قرآن شریف میکنند یا دیگر شغل و اشتغال ے نماید و بر حمایتِ اسلام و دین چناں کمر ہمت بستہ کہ ملکہ زمان لنڈن را نیز دعوت دین محمدی کردہ است و بادشاہِ روس و فرانس وغیرہ را ہم دعوتِ اسلام نمودہ است و ہمہ سعی و کوشش او و رادر نیست کہ عقیدہ تثلیث و صلیب را کہ سراسر کفر است بگذارند و بتوحید خداوند تعالےٰ بگروند و علماء وقت را بہ بینید کہ دیگر گروہ مذاہب باطلہ را گذاشتہ صرف درپے ایں چنیں نیک مرد کہ از اہلِ سنت والجماعت و بر صراطِ مستقیم است و راہ ہدایت ے نماید افتادہ اند و بروے حکم تکفیرے سازند۔ کلامِ عربی او بہ بینید کہ از طاقتِ بشر یہ خارج است و تمام کلامِ او مملو از معارف و حقائق و ہدایت است و از عقائد اہل سنت والجماعت و ضروریاتِ دین ہرگز منکر نیست۔

ترجمہ:۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب تمام اوقات خدائے عزّ و جل کی عبادت میں گذارتے ہیں یا نماز پڑھتے ہیں یا قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں یا دوسرے ایسے ہی دینی کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور دین اسلام کی حمایت پر اس طرح کمر ہمت باندھی ہے کہ ملکۂ زمان لنڈن کو بھی دین محمدیؐ (اسلام) قبول کرنے کی دعوت دی ہے اور روس اور فرانس اور دیگر ملکوں کے بادشاہوں کو بھی اسلام کا پیغام بھیجا ہے اور انکی تمام تر سعی و کوشش اس بات میں ہے کہ وہ لوگ عقیدہ تثلیث و صلیب کو جو کہ سراسر کفر ہے چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید اختیار کر لیں اور اس وقت کے علماء کا حال دیکھو کہ دوسرے تمام جھوٹے مذاہب کو چھوڑ کر ایسے نیک مرد کے درپے ہو گئے ہیں جو کہ اہلِ سنت والجماعت میں سے ہے اور صراطِ مستقیم پر قائم ہے اور ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے اور یہ اسپر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ ان کے عربی کلام کو دیکھو جو انسانی طاقتوں سے بالا ہے اور ان کا تمام کلام معارف و حقائق اور ہدایت سے بھرا ہوا ہے۔ وہ اہلِ سنت والجماعت اور دین کی ضروریات سے ہرگز منکر نہیں ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آقا کی سنت کی تقلید کرتے ہوئے اشاعت و تبلیغ اسلام کا وہ طریقہ بھی پوری طرح استعمال فرمایا ہے جو سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس زمانے کے بڑے بڑے حکمرانوں اور صاحب اثر لوگوں کو مکتوب لکھ کر اختیار کیا تھا۔ اس سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسری بات جو ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام ایک علمی دین ہے اور وہ اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے دوسروں پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتا ہے نہ کہ کسی جبریہ طریق سے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس سنت کا اس زمانے میں از سر نو آغاز کر کے نہ صرف اپنی صداقت کا ثبوت بہم پہنچایا ہے بلکہ مسلمانوں کے سامنے اس طریقے کے موثر ہونے کی مثال پیش کی ہے۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ یہ زمانہ خاص طور پر "قلم کے جہاد" کا زمانہ ہے جس کو قرآنی اصطلاح میں "جہاد کبیر" کا نام دیا گیا ہے۔

"تحفہ قیصریہ" جس کے چند اقتباسات ہم ذیل میں درج کر رہے ہیں اسلامی تعلیمات اور اسلامی اخلاق کو واضح کرتا ہے۔ قرآن کریم میں اس بات کا خاص طور پر ذکر آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون جیسے جابر بادشاہ کی طرف تبلیغِ ہدایت کے لئے جانے کا حکم دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بھی ہدایت دی کہ

فقولا لہ قولاً لیناً (سورہ طٰہٰ ۴۶)

یعنی فرعون سے آپ دونو نرمی سے بات کریں۔ تثنیہ کا صیغہ اس لئے آیا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام بھی آپ کے ساتھ جا رہے تھے۔ احتیاطاً دونوں کو یہ ہدایت دی گئی ہے تا کہ ان میں سے کوئی بھی سخت کلامی نہ کرے۔

اس سے ظاہر ہے کہ اسلامی اخلاق یہی ہے کہ ادب آداب کے طریقوں کو ملحوظ رکھا جائے اور شرک کی حد سے ورے ورے آداب کے دنیوی طریقوں کو اختیار کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ اسی ہدایت کو مدنظر رکھتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ملکہ وکٹوریہ کو نہایت اعلیٰ اخلاقی طریقے سے خطاب کیا ہے۔ افسوس ہے کہ بعض بے احتیاط معترضین نے اس کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کمزوری پر محمول کیا ہے اور اس کو خوشامد سمجھا ہے۔

اگر یہ معترضین اس عظیم مکتوب کے نفسِ مضمون اور اسکے صحیح اغراض و مقاصد کی طرف توجہ دیتے تو ان کو حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اس میں اسلام کے لئے خیر ہی خیر نظر آتی اور وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اس کو ایک عظیم کارنامہ قرار دیتے۔ آپ کا یہ ایک نہایت جرأت مندانہ اقدام تھا۔ ملکہ وکٹوریہ اس وقت دنیا کے شہنشاہوں میں سب سے زیادہ باجبروت حاکمہ تصور کی جاتی تھیں اور عیسائیت کی فدائیہ سمجھی جاتی تھیں۔ عہدہ کے لحاظ سے بھی وہ برطانوی قانون کے مطابق عیسائیت کی محافظ تھیں۔ ایسی ملکہ کو برملا یہ کہنا کہ تو ایک مردہ خدا کو پوجتی ہے کیا جابر حاکم کے سامنے کلمہ حق کہنے کے مترادف نہیں ہے؟۔

افسوس ہے اس مختصر مضمون میں ہم اس مکتوب کا پورا خلاصہ بھی پیش نہیں کر سکتے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص بھی اس کا مطالعہ دیانت سے کرے گا وہ دیکھیگا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی تبلیغ کا حق اسی ایک مکتوب میں ادا کر دیا ہے۔ یہاں صرف چند اقتباسات پر ہی اکتفا کرنا ممکن ہے۔ چنانچہ آپ اسلام کے اس اصول کو ہر قوم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہنما آئے ہیں وسعت کے ساتھ بیان کر کے فرماتے ہیں:۔

"یہ بڑا ضروری مسئلہ ہے کہ جھوٹے نبی کی شان و شوکت اور قبولیت اور عظمت ایسی پھیلنی نہیں چاہیئے جیسا کہ سچے کی۔ اور جھوٹوں کے منصوبوں میں وہ رونق پیدا نہیں ہونی چاہیئے جیسا کہ سچے کے کاروبار میں پیدا ہونی چاہیئے اسی لئے سچے کی اوّل علامت یہی ہے کہ خدا کی دائمی تائیدوں کا سلسلہ اسکے شامل حال ہو۔ اور خدا اسکے مذہب کے پودہ کو کروڑہا دلوں میں لگا دیوے اور عمر بخشے۔ پس جس نبی کے مذہب میں ہم یہ علامتیں پاویں ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی موت اور انصاف کے دن کو یاد کر کے ایسے بزرگ پیشوا کی اہانت نہ کریں بلکہ سچی تعظیم اور سچی محبت کریں۔ غرض یہ وہ پہلا اصول ہے جو ہمیں خدا نے سکھلایا ہے جس کے ذریعے ہم ایک بڑے اخلاقی حصہ کے وارث ہو گئے ہیں۔" (تحفہ قیصریہ ص۴)

یسوع مسیح کا ذکر کرتے ہوئے اس کے بعد آپ فرماتے ہیں:۔

"اور خدا کی عجیب باتوں میں سے جو مجھے ملی ہیں ایک یہ بھی ہے جو میں نے عین بیداری میں جو کشفی بیداری کہلاتی ہے یسوع مسیح سے کئی دفعہ ملاقات کی ہے اور اس سے باتیں کر کے اسکے اصل دعویٰ اور تعلیم کا حال دریافت کیا ہے۔ یہ ایک بڑی بات ہے جو توجہ کے لائق ہے کہ حضرت یسوع مسیح ان چند عقائد سے جو کفارہ اور تثلیث اور ابنیت ہے ایسے متنفر پائے جاتے ہیں کہ گویا ایک بھاری افترا جان پر کیا گیا ہے وہ یہی ہے .... ایک اور بڑی بھاری مصیبت قابلِ ذکر ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ اس خدا کے دائمی پیارے اور دائمی محبوب اور دائمی مقبول کی نسبت جس کا نام یسوع ہے یہودیوں نے تو اپنی شرارت اور بے ایمانی سے لعنت کے مفہوم سے بُرے مفہوم کو جائز رکھا لیکن عیسائیوں نے بھی اس بہتان میں کسی قدر شراکت اختیار کی کیونکہ یہ گمان کیا گیا ہے کہ گویا یسوع مسیح کا دل تین دن تک لعنت کے مفہوم کا مصداق بھی رہا ہے۔ اس بات کے خیال سے ہمارا بدن کانپتا ہے اور وجود کے ذرہ ذرہ پر لرزہ پڑ جاتا ہے۔ کیا مسیح کا پاک دل اور خدا کی لعنت!!! گو ایک سیکنڈ کے لئے ہی ہو۔ افسوس ہزار افسوس کہ یسوع مسیح جیسے خدا کے پیارے کی نسبت یہ اعتقاد رکھیں کہ کسی وقت اس کا دل لعنت کے مفہوم کا مصداق بھی ہو گیا تھا۔

اس وقت ہم یہ عاجزانہ التماس کسی مذہبی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک کامل انسان کی حفظ عزت کے لئے پیش کرتے ہیں اور یسوع کی طرف سے رسول کی طرح ہو کر جس طرح کشفی عالم میں اُس کی زبان سے سنا حضور قیصرہ ہند میں پہنچا دیئے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ جناب ممدوحہ اس غلطی کی اصلاح فرمائیں۔ یہ اس زمانہ کی ایک فاش غلطی ہے کہ جبکہ لوگوں نے لعنت کے مفہوم پر غور نہیں کی تھی لیکن اب ادب تقاضا کرتا ہے کہ نہایت جلد ہی اس غلطی کی اصلاح کر دی جائے اور خدا اور خدا کے اس اعلیٰ درجہ کے پیارے اور برگزیدہ کی عزت کو بچایا جائے کیونکہ زبان عرب اور عبرانی میں لعنت کا لفظ خدا سے دور اور برگشتہ ہونے کے لئے آتا ہے۔ اور کسی شخص کو اسی وقت لعین کہا جاتا ہے کہ جب وہ بالکل خدا سے برگشتہ اور بے ایمان ہو جائے اور خدا اس کا دشمن اور وہ خدا کا دشمن ہو جائے اسی لئے لعنت کی رو سے لعین شیطان کا نام ہے یعنی خدا سے برگشتہ ہونے والا اور اس کا نافرمان پس یہ کیونکر ممکن ہے کہ خدا کے ایسے پیارے کی نسبت ایک سیکنڈ کے لئے بھی تجویز کر سکیں کہ نعوذ باللہ کسی وقت دل اس کا درحقیقت خدا سے برگشتہ اور اس کا نافرمان اور دشمن ہو گیا تھا؟" (تحفہ قیصریہ ص۱۶-۱۷)

شرائطِ بیعت

رقم فرمودہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو جو اشتہار بشیر اول کی وفات پر شائع فرمایا اس کے آخر میں "تبلیغ" کے عنوان سے تحریر فرمایا کہ:

"میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کو چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ میں ان کا غمخوار ہوں گا اور ان کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کروں گا۔ اور خدا تعالےٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کے لئے برکت دے گا بشرطیکہ وہ ربانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل و جان تیار ہوں۔ یہ ربانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے۔ اس بارہ میں عربی الہام یہ ہے۔ اذا عزمت فتوکل علی اللہ و اصنع الفلک باعیننا و وحینا۔ الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔" المبلغ خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ" یکم دسمبر ۱۸۸۸ء

اس اعلان میں جن شرائط بیعت کا ذکر ہے وہ آپ نے ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کے اشتہار "تکمیل تبلیغ" میں شائع فرمائیں وہ درج ذیل کی جاتی ہیں

شرائطِ بیعت

"اوّل۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جاوے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم۔ یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالےٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم۔ یہ کہ ہر حال رنج و راحت اور عسر و یسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالےٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا اور ہر ایک ذلت اور دکھ قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا

ششم۔ یہ کہ اتباع رسم و متابعت ہوا و ہوس سے باز آ جائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے پر قبول کر لے گا۔ اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم۔ یہ کہ تکبّر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقات اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔"

(اشتہار ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء)

مکرم سعید احمد صاحب اعجاز

زندہ جہاں میں عشق کا انداز ہے ابھی!!

کچھ ناشنیدہ سی تری آواز ہے ابھی
اِک اجنبی سا ساز ترا ساز ہے ابھی

لیکن ۔ مآل اِس کا ہے تسخیرِ کائنات
جس دِلنشیں سرود کا آغاز ہے ابھی!

بخشا گیا ہے ہات مقدر کُشا تجھے
تقدیرِ کائنات گو اِک راز ہے ابھی

مغرب میں اور نعرۂ توحید کا بلند
تثلیث پر کلیسیا کو ناز ہے ابھی

آئے گی ہاتھ راحتِ جاوید بھی تجھے
پیشِ نظر جہانِ تگ و تاز ہے ابھی

مغرب خدا کی سمت پرافشاں تو ہے مگر
بالائے خاکِ تشنۂ پرواز ہے ابھی

اے بے نصیب! مہدئِ دوراں کا فیض دیکھ
میخانۂ الست کا در باز ہے ابھی!

اُس چشمِ نیم باز[1] کے سحرِ نگاہ سے
زندہ جہاں میں عشق کا انداز ہے ابھی!

دعوائے پارسائی بھی ہے شیخ کو ۔ مگر
دامن پہ داغِ بادہ بھی غمّاز ہے ابھی

اُس پر نگاہِ لطف و کرم کیجئے حضور!
محرومِ التفات سے اعجاز ہے ابھی!

[1] حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آنکھ کی طرف اشارہ ہے۔

ہر اِک ذرّے کو پیغامِ خدا دینے کا وقت آیا

فیض احمد صاحب اسلم

ہر اِک ذرّے کو پیغامِ خدا دینے کا وقت آیا
لبِ تشنہ کو اب آبِ بقا دینے کا وقت آیا

لبِ احمدؑ پہ رہتا تھا جو صلح و امن کا نغمہ
وہی نغمہ زمانے کو سُنا دینے کا وقت آیا

قضا کے لب پہ ہے مژدہ حیاتِ جاودانی کا
کسی کی راہ میں خود کو لٹا دینے کا وقت آیا

بہت تاریک ہے اے ہمسفر راہِ حیات اِس کی
ضیائے عشق سے اب جگمگا دینے کا وقت آیا

رواں ہیں تشنہ لب میخوار سوئے میکدہ ساقی
انہیں جامِ مئے عرفاں پلا دینے کا وقت آیا

ہوئی ہے مہرباں کچھ اس طرح نگہِ کرم ان کی
غمِ دوراں پہ جیسے مُسکرا دینے کا وقت آیا

نظر کے سامنے ہے فیضؔ سنگِ آستاں ان کا
جبینِ شوق سے سجدے لٹا دینے کا وقت آیا

عبث معتوب ہیں ہم اَن کہی پر

مکرم عبدالمنان صاحب ناہید

وہ آمادہ رہے گو دِلدہی پر
خلش دل کی سوا ہوتی رہی پر

ترے در کے فقیروں کی یہ جُرأت
کمندیں ڈال دیں بامِ شہی پر

خرد دریوزہ گر اِن کے جنوں کی
جنوں قربان اِن کی آگہی پر

بقدرِ شوق کیا مانگیں گے تجھ سے
بقدرِ جُود رکھ دستِ تہی پر

سُنی کس نے کہی ہم نے جو ناہیدؔ
عبث معتوب ہیں ہم اَن کہی پر

63

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی طرف سے اسلام کی صداقت کو ظاہر کرنے کیلئے

عیسائیت کے خلاف زبردست جدوجہد

یہ جدوجہد اور پادریوں اور انگریزی حکومت کیطرف سے آپ کی شدید مخالفت اس امر کا واضح ثبوت ہے

کہ

آپ پر انگریزوں کا ایجنٹ ہونے کا الزام سراسر غلط اور بے بنیاد ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی ایک معرکۃ الآراء غیر مطبوعہ تقریر

فرمودہ ۲۷ دسمبر سنہ ۱۹۵۸ء بمقام ربوہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے ۲۷ دسمبر ۵۸ء کو جلسہ سالانہ کی مبارک تقریب پر احرار اور ان کے ہمنواؤں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کے جواب میں ایک نہایت پُر اثر تقریر فرمائی تھی جو ابھی تک شائع نہیں ہو سکی۔ آج اس تقریر کا ایک حصہ افادۂ احباب کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ یہ حصہ صیغہ زود نویسی اپنی ذمہ داری پر احباب کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔

حضور نے فرمایا:-

ہماری جماعت کے خلاف لوگوں میں اشتعال پیدا کرنے کے لئے مخالف علماء کی طرف سے جو غلط فہمیاں پیدا کی جاتی ہیں ان میں سے

ایک بڑی غلط فہمی یہ پھیلائی جاتی ہے

کہ انگریزوں کی عادت تھی کہ وہ رعایا میں تفرقہ ڈالکر حکومت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی عادت کے مطابق انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے احمدیوں کو کھڑا کیا۔ گویا احمدی نعوذ باللہ انگریز کے ایجنٹ ہیں۔ اور انہی کی سکیم کے مطابق اس جماعت کا وجود عمل میں آیا ہے۔ یہ اعتراض اس قدر بودا اور دُور از حقیقت ہے کہ میں حیران ہوں لوگوں نے اسے کیونکر قبول کر لیا۔ اگر وہ ذرا بھی غور کرتے اور سوچنے اور تدبر سے کام لینے کی عادت پیدا کرتے تو اس غلط فہمی میں کبھی مبتلا نہ ہوتے

اس اعتراض کی لغویت

تو اس سے ظاہر ہے کہ خود انہی علماء کے پیشرو ایک زمانہ میں جبکہ انگریز حکمران تھا بڑے زور سے کہا کرتے تھے کہ مرزا صاحب حکومت کے باغی ہیں۔ اگر ان کی طرف فوری توجہ نہ کی گئی۔ تو حکومت کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کے پانچ سات سال بعد کی کتب جو مخالف علماء کی طرف سے لکھی گئیں۔ ان میں کہیں بھی یہ اعتراض نظر نہیں آتا کہ مرزا صاحب انگریزوں کے ایجنٹ ہیں۔ بلکہ ان کی تمام کتب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ مرزا صاحب حکومت کے مخالف اور باغی ہیں۔ لیکن اب یہ کہا جاتا ہے کہ احمدی انگریزوں کے ایجنٹ ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اصل غرض لوگوں کو اشتعال دلانا ہے جب انگریزوں کو اشتعال دلانا مقصود تھا تو یہ کہا جاتا تھا کہ مرزا صاحب حکومت کے باغی ہیں اور جب عوام کو اشتعال دلانا چاہا تو کہہ دیا کہ احمدی انگریزوں کے ایجنٹ ہیں۔ اگر احمدی انگریزوں کے ایجنٹ تھے تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور لدھیانہ کے علماء نے اس وقت یہ کیوں لکھا کہ مرزا صاحب انگریزوں کے مخالف اور حکومت کے باغی ہیں۔ ذمہ وار افسروں کو ان کے خلاف فوری کارروائی کرنی چاہیئے۔ انہوں نے تو اس اعتراض کو اتنی اہمیت دی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب ایک دفعہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے الہاماً بتایا گیا کہ

سلطنت برطانیہ تا ہشت سال ۔ بعد از اں ضعف و فساد و اختلال

(بعض روایات میں ایام ضعف و اختلال کے الفاظ بھی آتے ہیں) تو بعض مصلحتوں کی بناء پر اسے شائع نہ کیا گیا۔ بلکہ صرف اپنی جماعت کے دوستوں کو بتانے تک اکتفا کیا گیا لیکن مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو ہر وقت اسی ٹوہ میں رہتے تھے کہ کوئی قابل اعتراض بات مل جائے۔ انہوں نے یہ الہام کسی احمدی سے سُن لیا اور فوراً ایک مضمون لکھا کہ میں نے کہا نہیں کہا تھا کہ یہ شخص (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) حکومت کا باغی ہے اب اسے یہ الہام بھی ہونے لگا ہے کہ حکومت برطانیہ چند سال تک ہی ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فی الواقعہ

انگریزوں کے ایجنٹ تھے

اور جماعت احمدیہ انگریزوں کی قائم کردہ تھی تو آپ کو انگریزوں کے خلاف الہام کیوں ہوا۔ ہے تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو انگریزوں نے قائم کیا۔ مگر کیا یہ بھی ہو سکتا تھا کہ آپ انہی کے خلاف اپنے الہامات دوستوں کو بتاتے اور پھر وہ پورے بھی ہو جاتے۔ آپکو یہ الہام ۱۸۹۲ء میں ہوا اور سنہ ۱۹۰۰ء کے بعد سے انگریزوں کی حکومت میں ضعف و اختلال شروع ہو گیا۔ ملکہ وکٹوریہ فوت ہوئی اور آہستہ آہستہ کینیڈا۔ آسٹریلیا اور ہندوستان میں بیداری پیدا ہوئی اور انہوں نے آزادی حاصل کر لی۔ پس یہ عقلی طور پر محال ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دیا جائے۔ اگر آپ کو انگریزوں نے قائم کیا تھا تو چاہیئے تھا کہ وہ آپ کو ایسی باتیں سکھاتے جو ان کی تائید کرنے والی ہوتیں۔ کیونکہ جہاں یہ لوگ سیاست میں بڑھے ہوئے ہیں۔ وہاں مذہبی تعصب میں بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ سابق بادشاہ ایڈورڈ ہشتم کی تخت سے دست برداری کا واقعہ اس کا ثبوت ہے کہ ان کا ایک عورت مسز سمپسن سے تعلق تھا۔ وہ دیر سے شاہی دعوتوں میں بلائی جاتی تھیں ان میں خود وزیر اعظم بھی شامل ہوتے تھے وہ اکثر اوقات شاہی حلقہ میں رہتی تھیں اور شاہی موٹر ان کی خدمت پر مامور رہتے لیکن کسی وزیر نے ان کے میل جول پر اعتراض نہ کیا۔ مسٹر بالڈون جنہوں نے بعد میں اعتراض کیا وہ کئی دفعہ ان ناچ گانوں میں شامل ہو چکے تھے۔ جن میں وہ عورت ایڈورڈ ہشتم کے ساتھ شریک ہوتی تھی۔ لیکن جب ایڈورڈ ہشتم کی تاجپوشی کی رسوم طے ہونے لگیں اور اس غرض کے لئے ایک خاص کمیٹی عمل میں آئی اور اس نے اپنی رپورٹ بادشاہ کے سامنے رکھی۔ تو بادشاہ نے مذہبی رسم کا حصہ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور صاف طور پر کہہ دیا کہ میں اس پر یقین نہیں رکھتا۔

اس لئے مجھے معذور سمجھا جائے۔ جب یہ بات وزراء اور پادریوں کو معلوم ہوئی تو انہوں نے سخت برا منایا اور آرچ بشپ آف کنٹربری نے اس تقریب میں شامل ہونے سے انکار کر دیا اور پھر مسز سمپسن کے ساتھ شادی کے واقعات کو بہانہ بنا کر ان کے خلاف اس قدر شور بلند کیا گیا کہ آخر ایڈورڈ ہشتم کو تخت سے دستبرداری کا اعلان کرنا پڑا ــــ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ انگریز مذہب کے بارہ میں

نہایت متعصب واقعہ ہوئے ہیں

اسی طرح برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر ایٹلی کی بہن سخت کٹر پادری تھی۔ ہمارے مشن میں بھی وہ آیا کرتی تھی۔ وہ ساؤتھ افریقہ میں بطور مشنری کام کیا کرتی تھی۔ پس انگریز خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ ان میں اسلام کے خلاف اور عیسائیت کی تائید میں ایک شدید جذبہ پایا جاتا ہے۔

۱۹۲۴ء میں

مَیں جب انگلستان گیا

تو ایک دہریہ ڈاکٹر سے میرا تبادلۂ خیالات ہوا۔ جب اُس سے میری گفتگو ہوئی تو اسنے دو چار فقرات کے بعد ہی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دیا۔ مَیں نے کہا آپ تو خدا کو بھی نہیں مانتے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر کیوں اعتراض کرتے ہیں۔ صرف ہستی باری تعالےٰ تک اپنی گفتگو کو محدود رکھیں مگر اسنے پھر اعتراض کر دیا۔ مَیں نے اسے دوبارہ نرمی سے سمجھایا لیکن وہ باز نہ آیا۔ آخر جب اسنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا تو مَیں نے حضرت مسیح علیہ السلام پر اعتراض کر دیا۔ اس پر اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور کہنے لگا۔ مَیں مسیح (علیہ السلام) کے متعلق کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں۔ مَیں نے کہا اگر تم مسیح کے متعلق کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں تو کیا مَیں ہی ایسا بے غیرت ہوں کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات کے متعلق اعتراضات سنتا چلا جاؤں اور خاموش رہوں۔ غرض برطانیہ کے ایک دہریہ کو بھی عیسائیت سے محبت ہے۔ عیسائیت کی محبت میں برطانیہ اور امریکہ سب سے زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔ وہ ایک ارب پونڈ سے زیادہ اپنے مشنوں پر سالانہ خرچ کرتے ہیں اور چھوٹے حکام سے لیکر وائسرائے اور بادشاہ تک گرجا میں جاتے ہیں۔

پھر کیا یہ عجیب بات نہیں

کہ علماء کے خیال کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کھڑا تو انگریزوں نے کیا مگر آپ کو کہا یہ کہ تم کہو عیسےٰ مر گیا ہے۔ کیا یہ بات کسی انسانی عقل میں آسکتی ہے؟ جو حکومت اربوں روپیہ عیسائیت کی اشاعت کے لئے خرچ کر رہی ہے جس کی بنیاد ہی مسیح کی الوہیت پر ہے جس کے پادریوں میں اتنی طاقت ہے کہ ان کی مخالفت کی وجہ سے ایک بادشاہ بھی استعفےٰ دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کیا اسنے مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لئے یہی کہلوانا تھا کہ عیسےٰ مر گیا ہے۔ حالانکہ عیسےٰ کے مرنے میں عیسائیت کی موت ہے۔

مجھے یاد ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جب سیالکوٹ میں ۱۹۰۴ء میں تقریر ہوئی تو علماء نے آپ پر کفر کے فتوے لگائے اور ان میں سب سے پیش پیش پیر جماعت علی صاحب تھے۔ ڈھنڈورے پیٹے گئے اور اشتہاروں اور اعلانوں کے ذریعہ یہ پراپیگنڈہ کیا گیا کہ جو شخص مرزا صاحب کی تقریر سننے جائے گا اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ آپ کی یہ تقریر ایک سرائے میں ہوئی تھی لوگ باوجود ان فتووں کے تقریر سننے کے لئے گئے۔ مولوی اشتہار بانٹتے تھے اور لوگوں کو پکڑ پکڑ کر کہتے تھے کہ دیکھو اس میں کیا لکھا ہے تو لوگ یہ کہہ کر آگے چلے جاتے کہ نکاح کا کیا ہے۔ نکاح تو پھر سوا روپیہ دے کر ہم پڑھالیں گے لیکن مرزا صاحب شاید دوبارہ یہاں نہ آئیں۔ لیکچر کے بعد جب آپ جائے قیام کی طرف روانہ ہوئے تو لوگوں نے آپ کی گاڑی پر خشت باری شروع کر دی۔ اُن دنوں سیالکوٹ میں ایک انگریز لیفٹیننٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس تھا جس کا نام بیٹی (Betti) تھا۔ اسنے لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ مسلمانو یہ ہمارے خدا کو مار رہا ہے لیکن مَیں خاموش کھڑا تقریر سُن رہا ہوں اور تمہارے مذہب کو زندہ کر رہا ہے اور تم شور مچا رہے ہو۔ غرض ہم نے عیسائیوں کا خدا مار دیا لیکن پھر بھی ان کی نظروں میں ہم انگریزوں کے ایجنٹ ہیں اور یہ لوگ ان کے خدا کو تو آسمان پر بٹھائے ہوئے ہیں اور پھر بھی انگریزوں کے مخالف ہیں۔

مَیں بتا چکا ہوں کہ یہ بات عقلی طور پر محال ہے کہ ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ کہا جاسکے۔

اب مَیں واقعاتی مثالیں لیتا ہوں

اگر احمدیوں کو فی الواقعہ انگریزوں نے قائم کیا ہوتا تو ضروری تھا کہ پادری جو واقعہ میں عیسائیت کے ایجنٹ ہیں اور جن کی مدد سے عیسائیت ہر ملک میں پھیلی ہے وہ ان کے دوست ہوتے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہؤا سب سے پہلے جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کی وہ پادری ہی تھے۔ امرتسر میں پادری رلیا رام کا ایک مشہور پریس تھا۔ ایک دفعہ آپ نے ایک مسوّدہ چھپنے کے لئے بھجوایا اور مسوّدہ کے ساتھ ایک خط بھی رکھ دیا جس میں طباعت کے متعلق ہدایات درج تھیں۔ اس وقت کسی علیحدہ خط کا پیکٹ میں رکھنا قانوناً ایک جُرم تھا۔ آپ رلیا رام کے کسٹومر (customer) تھے اور دوکاندار اپنے گاہک سے کوئی بُرا سلوک نہیں کرتا لیکن رلیا رام نے ایک انگریز سپرنٹنڈنٹ ڈاک خانہ جات کی مدد سے

آپ پر مقدمہ چلا دیا

مقدمہ میں خود سپرنٹنڈنٹ پیش ہؤا۔ مجسٹریٹ نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے پیکٹ میں خط ڈالا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ مَیں نے مسوّدہ کے ساتھ خط بھی بھیجا تھا۔ آپ کی اس سچائی کا مجسٹریٹ پر نہایت گہرا اثر ہؤا۔ سپرنٹنڈنٹ ڈاک خانہ جات نے بہتیرا زور لگایا کہ آپ کو کسی طرح سزا ہو جائے لیکن مجسٹریٹ نے کہا مَیں سچ بولنے والے کو سزا نہیں دے سکتا۔ اور اسنے آپ کو بری کر دیا۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

سب سے پہلے عیسائی پادریوں نے ہی مخالفت کی

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشہور مخالف پادری ٹھاکر داس تھا۔ اسنے اسلام اور احمدیت کے خلاف "ریویو براہین احمدیہ" "ازالۃ المزار قادیانی" "ذنوب محمدیہ" اور "انجیل یا قرآن" چار کتابیں لکھی ہیں۔ پھر پادری ایس پی جیکب (S. P. Jacob) تھا اسنے آپ کے خلاف ایک کتاب لکھی جس کا نام "مسیح موعود" تھا۔ ڈاکٹر گریس وولڈ (D. Griswold) نے "مرزا غلام احمد قادیانی" کے نام سے آپ کے خلاف ایک کتاب لکھی۔ پھر مشہور پادریوں فتح مسیح۔ وارث مسیح۔ عماد الدین۔ سراج الدین۔ عبد اللہ آتھم اور ہنری مارٹن کلارک نے آپ کی مخالفت کی۔

عجیب بات یہ ہے

کہ عبد اللہ آتھم سرکاری ملازم تھا اور ڈپٹی کے عہدہ پر فائز تھا۔ اگر انگریزوں نے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کھڑا کیا تھا تو کیا انہوں نے اپنے ایک اعلےٰ افسر سے کہا تھا کہ وہ آپ کی مخالفت کرے۔ پھر ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے آپ پر اقدامِ قتل کا مقدمہ چلایا۔ امرتسر کے ڈی۔ سی۔ اے۔ ای مارٹینو نے آپ کے نام خلاف قاعدہ وارنٹ گرفتاری جاری کیا۔ کیا یہ ایجنٹوں والا سلوک ہے جو آپ سے کیا گیا۔ پھر قادیان جانے والے ہر احمدی کا نام نوٹ کیا جاتا تھا۔ کیا یہ اس بات کی علامت ہے کہ احمدیت انگریزوں کی قائم کی ہوئی ہے۔

ہمارے بڑے بھائی

مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم

بیان کیا کرتے تھے کہ ابھی وہ احمدی نہیں ہوئے تھے کہ وہ ڈی۔ سی۔ جالندھر کو کسی کام کے سلسلہ میں ملنے کے لئے گئے۔ اسنے کہا مجھے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ آپ اپنے باپ والا عقیدہ نہیں رکھتے۔ مرزا سلطان احمد صاحب گو احمدی نہیں تھے لیکن ان میں غیرت پائی جاتی تھی۔ انہوں نے ڈی۔ سی۔ کو کہا کہ آپ نے تو مجھے حرام زادہ قرار دیا ہے۔ اسنے کہا۔ آپ کو کس نے ایسا کہا ہے۔ مَیں نے تو نہیں کہا۔ مرزا سلطان احمد صاحب نے جواب دیا کہ جو شخص اپنے باپ کا مخالف ہوتا ہے وہ حرام زادہ ہی ہوتا ہے۔ اس پر اسنے معذرت کی کہ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔

غرض عیسائیوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتنی مخالفت پائی جاتی تھی کہ ایک عیسائی ڈی۔ سی۔ مرزا سلطان احمد صاحب کو اپنے باپ کی جماعت میں شامل نہ ہونے پر مبارکباد دیتا ہے۔

قادیان جانے والوں پر پہرہ

اُس وقت تک قائم رہا۔ جب تک کہ آپ کی وفات سے دو سال قبل "ایبٹس" ABBETS نہ آیا اس نے یہ سوال اٹھایا۔ کہ یہ پہرہ کیوں ہے۔ جب اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ مرزا صاحب نے حکومت کے خلاف کوئی اقدام کیا ہے۔ وہ ایک مذہبی آدمی ہیں تو پھر یونہی اتنے آدمی رستہ پر کیوں بٹھائے جاتے ہیں۔ اور کیوں اتنا روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ اس کے آنے پر خفیہ پولیس کی ڈائریوں کا سلسلہ ختم ہوا۔

اگر ہم انگریزوں کے ایجنٹ ہوتے

تو پادری مارٹن کلارک ہماری مدد کرتا۔ لیکن اس نے ہماری مخالفت کی۔ اور اس کی تائید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے کی۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے کہا کہ عدالت میں میں بھی یہی کہوں گا کہ مرزا صاحب نے عبدالحمید کو آپ کے قتل کے لئے بھیجا تھا۔ مسٹر ڈگلس صاحب گورداسپور آئے تو پادریوں نے انہیں بار بار کہا کہ مرزا غلام احمد ہمارے دین کی ہتک کرتا ہے۔ اُسے کسی نہ کسی طرح ضرور سزا ملنی چاہیئے۔ پھر جب امرتسر کے ڈی سی مسٹر اے ای مارٹینو نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری کرائے اور بعد میں اُسے خیال آیا کہ اس نے یہ حکم خلاف قانون دیا ہے وہ گورداسپور کے کسی ملزم کے نام وارنٹ جاری نہیں کر سکتا تو اس نے ڈپٹی کمشنر گورداسپور مسٹر ڈگلس کو تار دیا کہ میں نے غلطی سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے جو وارنٹ گرفتاری جاری کئے ہیں انہیں منسوخ سمجھا جائے۔ انگریز آفیسر عموماً اپنے ساتھیوں سے مشورہ لے لیتے ہیں۔ انہوں نے دوسرے افسروں کو بلوا کر ان سے مشورہ لیا۔ مسلمان افسروں نے کہا۔ مرزا غلام احمد صاحب مذہبی آدمی ہیں اور ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ مناسب نہیں۔ کہ ان کے نام وارنٹ گرفتاری جاری کیا جائے۔ اگر انہیں بلانا ضروری ہے۔ تو کوئی آدمی بھیجکر انہیں بلا لیا جائے۔ انہوں نے مشورہ مان لیا اور گورداسپور سے حضور کے نام نوٹس جاری کر دیا گیا کہ آپ بٹالہ میں پیش ہوں۔ اور پولیس کے ایک افسر جلال الدین یہ نوٹس لے کر قادیان آئے۔ جب آپ عدالت میں پیش ہوئے تو آپ کو دیکھتے ہی ان کے دل کی کایا پلٹ گئی۔ اور انہوں نے عدالت کے چبوترے پر کرسی بچھا کر آپ کو عزت کے ساتھ بٹھایا

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی

تو اس بات کے حریص تھے۔ کہ آپ کو ہتھکڑی لگی ہوئی دیکھیں۔ اُن کا خیال تھا کہ مقدمہ کرنے والا انگریز ہے۔ فیصلہ کرنے والا انگریز ہے۔ اور میں اہلحدیث کا ایڈووکیٹ بطور گواہ جا رہا ہوں لہذا تو مرزا صاحب کو ضرور پھانسی کی سزا ہوگی۔ وہ اس دن ایک بڑا جبّہ پہن کر عالمانہ شان میں آئے۔ اور سمجھتے تھے۔ کہ مرزا صاحب کو ہتھکڑیاں لگی ہوئی ہوں گی۔ اور میں انہیں دیکھ کر مسکراؤں گا۔ مگر جب عدالت میں آئے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بجائے ہتھکڑی لگنے کے اعزاز کے ساتھ مجسٹریٹ کے پاس کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ مولوی صاحب آپ کا یہ اعزاز دیکھ کر جل گئے (یہ مولوی صاحب جو عیسائیوں کی تائید میں گواہی دینے کے لئے عدالت میں آئے تھے انہیں تو انگریزوں کا دشمن کہا جاتا ہے اور مرزا صاحب جن پر انگریزوں نے قتل کا مقدمہ کھڑا کیا تھا۔ انہیں انگریزوں کا دوست قرار دیا جاتا ہے) مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے عدالت میں آتے ہی آگے بڑھ کر مجسٹریٹ سے کہا

مجھے بھی کرسی دی جائے

ڈپٹی کمشنر حیران ہوا۔ کہ کیا یہ ملاقات کا کمرہ ہے کہ کرسی مانگی جا رہی ہے۔ اُس نے کہا تم کون ہو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے کہا۔ میں اہلحدیث کا ایڈووکیٹ ہوں۔ اور مشہور مولوی ہوں۔ ڈپٹی کمشنر نے کہا۔ تم گواہی دینے آئے ہو۔ ملاقات کرنے نہیں آئے۔ پھر کرسی کا مطالبہ کیسا۔ مولوی محمد حسین صاحب نے کہا۔ اگر عدالت میں مجھے کرسی نہیں مل سکتی۔ تو مرزا صاحب کو کیوں کرسی دی گئی ہے۔ ڈپٹی کمشنر نے کہا۔ ان کا نام خاندانی کرسی نشینوں میں ہے۔ مولوی صاحب نے کہا۔ مجھے بھی کرسی ملتی ہے۔ اور میرے باپ کو بھی کرسی ملتی تھی۔ میں جب لاٹ صاحب کو ملنے جاتا ہوں۔ تو وہ مجھے کرسی دیتے ہیں۔ ڈپٹی کمشنر نے کہا بک بک مت کر پیچھے ہٹ۔ اور سیدھا کھڑا ہو جا۔ یہ سنتے ہی اردلی آیا اور اس نے مولوی صاحب کو کمرہ کے باہر کر دیا۔

مولوی صاحب وہاں سے نکلے

تو خیال کیا کہ اگر یہ بات باہر نکل گئی۔ تو بدنامی ہوگی۔ اس لئے اندر کے معاملہ کے اخفا کے لئے ایک کرسی پر جو برآمدہ میں پڑی تھی بیٹھ گئے۔ اردلیوں کو چونکہ معلوم ہو چکا تھا کہ کرسی کی درخواست پر اُسے جھاڑ پڑی ہے۔ انہوں نے خیال کیا۔ ایسا نہ ہو کہ مولوی صاحب کو یہاں بیٹھے دیکھ کر صاحب پر ناراض ہو۔ انہوں نے اس کرسی پر سے بھی انہیں جھڑک کر اٹھا دیا۔ مولوی صاحب وہاں سے بھی ذلت کے ساتھ اٹھ کر باہر چلے گئے۔ عدالت کے باہر ہزاروں آدمی مقدمہ کی کارروائی سننے کے لئے کھڑے تھے۔ ان میں سے بعض تو یہ دعائیں کر رہے تھے کہ اے خدا اسلام کے پہلوان کو

عیسائیوں کی طرف سے دائر شدہ مقدمہ

میں بری کر دے۔ اور کچھ لوگ مخالفت کی وجہ سے وہاں جمع تھے تاکہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سزا پا کر باہر نکلیں تو وہ خوشی کے شادیانے بجائیں۔ ان لوگوں میں سے بعض تو زمین پر بیٹھے تھے۔ اور کچھ چادریں بچھا کر ان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مولوی صاحب نے اپنی سُبکی چھپانے کے لئے مناسب سمجھا کہ کسی چادر پر ہی بیٹھ جائیں تاکہ باہر کے لوگ یہ سمجھیں کہ انہیں اندر بھی کرسی ملی ہوگی۔ انہوں نے ایک چادر کا کنارہ کھینچا اور اس پر بیٹھ گئے۔ لیکن ان کا بیٹھنا ہی تھا کہ چادر کے مالک نے کہا۔ اُٹھ اُٹھ تو نے میری چادر پلید کر دی ہے مسلمان ہو کر اسلام کے ایک سپاہی کے خلاف عیسائیوں کی تائید میں گواہی دینے آیا ہے۔

غرض

عیسائیوں کی مخالفت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی

لیکن پھر بھی ہم تو انگریزوں کے ایجنٹ ہیں۔ اور یہ ان کے مخالف۔ یہ مربعوں کی درخواستیں دیں۔ اور ملازمتیں حاصل کرنے کے لئے انگریزوں کی خوشامدیں کرتے پھریں۔ تو پھر بھی انگریزوں کے مخالف ہیں لیکن ہم جن پر انگریزوں نے مقدمات کئے۔ ان کے ایجنٹ ہیں۔

غرض جتنے افسر آئے وہ سارے کے سارے ہمارے مخالف رہے۔ صرف میرے زمانہ میں ایڈورڈ میکلیگن پر یہ اثر ہوا۔ کہ احمدیوں سے جو برتاؤ کیا جا رہا ہے وہ کسی غلط فہمی کی بناء پر ہے۔ وہ ہمیشہ ہمیں عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اور ہر مجلس میں کہتا تھا کہ احمدیوں سے جو سلوک روا رکھا گیا ہے وہ درست نہیں۔ لیکن ایمرسن کے زمانہ میں پھر انگریز حکام ہمارے خلاف ہو گئے اور یہ مخالفت جنکنس کے زمانہ تک جاری رہی آخر بتاؤ

وہ کونسی چیز ہے

جس کی وجہ سے ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ کہا جاتا ہے۔ کیا یہ ہماری انگریز دوستی کی علامت ہے کہ ۱۹۳۴ء میں کریمنل لاء امنڈمنٹ ایکٹ کے ماتحت مجھے نوٹس دیا گیا کہ تمہیں اپنی حفاظت کے لئے باہر سے احمدیوں کو بلانے کی بھی اجازت نہیں۔ اور یہ نوٹس مجھے گیارہ بجے رات کو دیا گیا۔ اور پھر چار پانچ سو پولیس افسر، دو سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ایک ڈپٹی کمشنر اس لئے قادیان بھیجے گئے تاکہ تلواروں کی نوکوں کے نیچے مولوی عطاء اللہ صاحب بخاری تقریر کریں

اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟

آیا یہ کہ انگریز احمدیوں کا دوست تھا یا یہ کہ انگریز احمدیوں کا مخالف تھا — پس یہ الزام جو ہماری جماعت پر عائد کیا جاتا ہے بالکل بے بنیاد اور واقعات کے سراسر خلاف ہے۔

وہ خود ہی علاجِ دلِ بیمار کرینگے

دیوانگیٔ شوق کا اقرار کرینگے
بے خوف تمناؤں کا اظہار کرینگے

دیوانے نہیں مصلحتِ وقت کے پابند
دلدار کی باتیں سرِ بازار کرینگے

اے محتسبو جرم ہیں گر عشق کی رسمیں
سو بار ہم اس جرم کا اقرار کرینگے

ہر داغِ جگر عشق کا افسانہ کہیگا
ہر زخم سے پیدا لبِ گفتار کرینگے

ہر دید کو بخشینگے رُخِ یار کا لپکا
ہر دل کو حریمِ غمِ دلدار کرینگے

مانا کہ رہِ شوق میں ہیں دار و رسن بھی
ہم جرأتِ اظہار سرِ دار کرینگے

اُس دستِ مسیحا کی مسیحائی کے صدقے
وہ خود ہی علاجِ دلِ بیمار کرینگے

[illegible] *

کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد

مَیں دنیا کو ذاتی تجربہ کی بناء پر یہ دکھانے کیلئے آیا ہوں کہ واقعی اللہ تعالیٰ موجود ہے

یہی وہ یقین اور معرفت ہے جس کے ذریعے انسان گناہ سے نجات پاکر پاک زندگی حاصل کر سکتا ہے

بعثتِ انبیاء کا مقصد

انبیاء علیہم السلام کی دنیا میں آنے کی سب سے بڑی غرض اور ان کی تعلیم اور تبلیغ کا عظیم الشان مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ خدا تعالےٰ کو شناخت کریں اور اس زندگی سے جو انہیں جہنم اور ہلاکت کی طرف لے جاتی ہے اور جس کو گناہ آلود زندگی کہتے ہیں نجات پائیں۔ حقیقت میں یہی بڑا بھاری مقصد ان کے آگے ہوتا ہے۔ پس اس وقت بھی جو خدا تعالیٰ نے ایک سلسلہ قائم کیا ہے اور اس نے مجھے مبعوث فرمایا ہے تو میرے آنے کی غرض بھی وہی مشترک غرض ہے جو سب نبیوں کی تھی یعنی مَیں بتانا چاہتا ہوں کہ خدا کیا ہے؟ بلکہ دکھانا چاہتا ہوں اور گناہ سے بچنے کی راہ کی طرف رہبری کرتا ہوں۔ دنیا میں لوگوں نے جس قدر طریقے اور حیلے گناہ سے بچنے کے لئے نکالے ہیں اور خدا کی شناخت کے جو اصول تجویز کئے ہیں وہ انسانی خیالات ہونیکی وجہ سے بالکل غلط ہیں اور محض خیالی باتیں ہیں جن میں سچائی کی کوئی روح نہیں ہے۔ مَیں ابھی بتاؤں گا اور دلائل سے واضح کروں گا کہ گناہوں سے بچنے کا صرف ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ ہے کہ اس بات پر کامل یقین انسان کو ہوجاوے کہ خدا ہے اور وہ جزا سزا دیتا ہے۔ جب تک اس اصول پر یقین کامل نہ ہو گناہ کی زندگی پر موت وارد نہیں ہو سکتی۔

دراصل خدا ہے اور ہونا چاہیئے۔ یہ دو لفظ ہیں جن میں بہت بڑے غور اور فکر کی ضرورت ہے۔

پہلی بات کہ خدا ہے، یہ علم الیقین بلکہ حق الیقین کی تہ سے نکلتی ہے اور دوسری بات قیاسی اور ظنی ہے۔ مثلاً ایک شخص جو فلاسفر اور حکیم ہو وہ صرف نظامِ شمسی اور دیگر اجرام اور مصنوعات پر نظر کر کے صرف اتنا ہی کہدے کہ اس ترتیب محکم اور ابلغ نظام کو دیکھ کر مَیں کہتا ہوں کہ ایک مدبر اور حکیم و علیم صانع کی ضرورت ہے۔ تو اس سے انسان یقین کے اس درجہ پر ہرگز نہیں پہنچ سکتا جو ایک شخص خود اللہ تعالےٰ سے ہمکلام ہو کر اور اس کی تائیدات کے چمکتے ہوئے نشان اپنے ساتھ رکھ کر کہتا ہے کہ واقعی ایک قادر مطلق خدا ہے۔ وہ معرفت اور بصیرت کی آنکھ سے اسے دیکھتا ہے ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایک حکیم یا فلاسفر جو صرف قیاسی طور پر خدا کے وجود کا قائل ہے، سچی پاکیزگی اور خدا ترسی کے کمال کو حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ یہ ظاہر بات ہے کہ نری ضرورت کا علم کبھی بھی اپنے اندر وہ قوت اور طاقت نہیں رکھتا جو الٰہی رعب پیدا کر کے اسے گناہ کی طرف دوڑنے سے بچالے اور اس تاریکی سے نجات دے جو گناہ سے پیدا ہوتی ہے مگر جو براہ راست خدا کا جلال آسمان سے مشاہدہ کرتا ہے وہ نیک کاموں اور وفاداری اور اخلاص کے لئے اس جلال کے ساتھ ہی ایک قوت اور روشنی پاتا ہے جو اس کو بدیوں سے بچالیتی اور تاریکیوں سے نجات دیتی ہے۔ اس کی بدی کی قوتیں اور نفسانی جذبات پر خدا کے مکالمات اور پُر رعب مکاشفات سے ایک موت وارد ہوجاتی ہے اور وہ شیطانی زندگی سے نکل کر ملائکہ کی سی زندگی بسر کرنے لگتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے ارادے اور اشارے پر چلنے لگتا ہے جیسے ایک شخص آتش سوزندہ کے نیچے بدکاری نہیں کر سکتا۔ اسی طرح جو شخص خدا کی جلالی تجلیّات کے نیچے آتا ہے اس کی شیطنت مرجاتی ہے اور اس کے سانپ کا سر کچلا جاتا ہے۔ پس یہی وہ یقین اور معرفت ہوتی ہے جس کو انبیاء علیہم السلام آکر دنیا کو عطا کرتے ہیں جس کے ذریعہ سے وہ گناہ سے نجات پاکر پاک زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔

میرے آنے کا مقصد

اسی طریق پر خدا نے جو مجھے مامور کیا ہے اور میرے آنے کی یہی غرض ہے کہ مَیں دنیا کو دکھادوں کہ خدا ہے اور وہ جزا سزا دیتا ہے اور یہ بات کہ محض اس یقین ہی سے انسان پاک زندگی بسر کر سکتا ہے اور گناہ کی موت سے بچ سکتا ہے ایسی صاف ہے جس کے لئے ہم کو منطقی دلائل کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ خود انسان کی فطرت اور روزمرہ کا تجربہ اور مشاہدہ اس کے لئے زبردست گواہ ہیں کہ جب تک یہ یقین کامل نہ ہوگا کہ خدا ہے اور وہ گناہ سے نفرت کرتا ہے اور سزا دیتا ہے کوئی اور حیلہ کسی صورت میں کارگر ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جن اشیاء کی تاثیرات کی عمدگی کا ہم کو علم ہے ہم کیسے دوڑ دوڑ کر اُن کی طرف جاتے ہیں اور جن چیزوں کو اپنے وجود کے سلئے خطرناک زہریں سمجھتے ہیں اُن سے کیسے بھاگتے ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھو اس جھاڑی میں اگر ہمیں یقین ہو کہ سانپ ہے تو کیا کوئی بھی ہم میں سے ہوگا جو اس میں اپنا ہاتھ ڈالے یا قدم رکھ دے، ہرگز نہیں۔ بلکہ اگر کسی بل میں سانپ کے ہونے کا معمولی وہم بھی ہو تو اس طرف سے گذرنے میں ہر وقت مضائقہ ہوگا طبیعت خود بخود اس طرف جانے سے رُکے گی ایسا ہی زہروں کی بابت جب ہمیں علم پڑتا ہے مثلاً اسٹرکنیا ہے کہ اس کے کھانے سے آدمی مرجاتا ہے تو کیسے اس سے بچتے اور ڈرتے ہیں۔ ایک محلہ میں طاعون ہو تو اس سے بھاگتے ہیں اور وہاں قدم رکھنا آتشیں تنور میں گرنا سمجھتے ہیں۔ اب وہ بات کیا ہے جس نے دل میں خوف اور ہراس پیدا کیا ہے کہ کسی صورت میں بھی دل اس طرف کا ارادہ نہیں کرتا۔ وہ وہی یقین ہے جو اس کی مہلک اور مضر تاثیرات پر ہوچکا ہے۔ اس قسم کی بے شمار نظیریں ہم دے سکتے ہیں اور یہ ہماری زندگی میں روزمرہ پیش آتی ہیں۔

اب یہ کہنا کہ گناہ سے بچنے کا یہ ذریعہ ہے یا فلاں حیلہ ہے بالکل بے سود اور بے مطلب ہیں۔ کیونکہ جب تک الٰہی تجلیّات کے رعب اور گناہ کی زہر اور اس کے خطرناک نتائج کا پورا علم نہ ہو، ایسا علم جو یقین کامل تک پہنچ گیا ہو، گناہ سے نجات نہیں ہو سکتی۔

یہ ایک خیال اور ایک بالکل بے معنی بات ہے کہ کسی کا خون گناہ سے پاک کر سکتا ہے۔ خون یا خودکشی کو گناہ سے کیا تعلق؟ وہ گناہ کے زائل کرنے کا طریق نہیں۔ ہاں اس سے گناہ پیدا ہو سکتا ہے اور تجربہ نے شہادت دی ہے کہ اس مسئلہ کو مان کر کہاں سے کہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے۔

مَیں ہمیشہ یہی کہتا ہوں کہ گناہ سے بچنے کی سچی فلاسفی یہی ہے کہ گناہ کی ضرر دینے والی حقیقت کو پہچان لیں اور اس بات پر یقین کرلیں کہ ایک زبردست ہستی ہے جو گناہوں سے نفرت کرتی ہے اور گناہ کرنے والے کو سزا دینے پر قادر ہے۔

دیکھو اگر کوئی شخص کسی حاکم کے سامنے کھڑا ہوا اور اس کا کچھ اسباب متفرق طور پر پڑا ہوا ہو تو یہ کبھی جرأت نہیں کرے گا کہ اسباب کا کوئی حصہ چُرالے خواہ چوری کے کیسے ہی قوی محرک ہوں اور وہ کیسا ہی بدعادت کا مبتلا ہو مگر اس وقت اس کی ساری قوتوں اور طاقتوں پر ایک موت وارد ہوجائے گی اور اسے ہرگز جرأت نہ ہوسکے گی اور اس طرح پر وہ اس چوری سے ضرور بچ جائے گا۔ اس طرح پر ہر قسم کے خطاکاروں اور شریروں کا حال ہے کہ جب انہیں ایسی قوت کا پورا علم ہوجاتا ہے جو ان کی شرارت پر سزا دینے کے لئے قادر ہے تو وہ جذبات ان کے دب جاتے ہیں۔ یہی سچا طریق گناہ سے بچنے کا ہے کہ انسان خدا تعالیٰ پر کامل یقین پیدا کرے اور اس کے سزا و جزا دینے کی قوت پر معرفت حاصل کرے۔ یہ نمونہ گناہ سے بچنے کے طریق کے متعلق خدا نے ہماری فطرت میں رکھا ہوا ہے اس لئے مَیں نے مناسب سمجھا کہ اس اصول کو آپ کے سامنے پیش کردوں کیا عجب آپ کو فائدہ پہنچے۔ اور چونکہ آپ سفر کرتے رہتے ہیں اور مختلف آدمیوں سے ملنے کا آپ کو اتفاق ہوتا ہے۔ آپ اُن سے اِسے ذکر بھی کرسکتے ہیں۔ اور اگر یہ طریق جو مَیں پیش کرتا ہوں آپ کے نزدیک صحیح نہیں ہے تو مَیں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ جس قدر چاہیں جرح کریں۔ یہ میری طرف سے آپ کو ایک تحفہ ہے اور مَیں ایسے تحفے دے سکتا ہوں۔

ہر شخص جو دنیا میں آتا ہے۔ اس کا فرض ہونا چاہیئے کہ دھوکے اور خطرہ سے بچے پس گناہ کے نیچے ایک خطرناک اور تمام خطروں اور دھوکوں سے بڑھ کر ایک دھوکا ہے۔ مَیں آگاہ کرتا ہوں کہ اس سے بچنا چاہیئے اور یہ بھی بتاتا ہوں کہ کیونکر بچنا چاہیئے۔ اگرچہ اس سے پہلے

ایک اور مسئلہ بھی ہے جو خدا کی ہستی کے متعلق ہے مگر میں سردست اس کو چھوڑتا ہوں اور اس دوسرے مقصد کو لیتا ہوں جس کا ماحصل اور مدعا یہ ہے کہ ہر ایک آدمی بجائے خود نیک بننا چاہتا ہے اور نیکی کو اچھا سمجھتا ہے۔ اختلاف اگر ہے تو ان طریقوں اور حیلوں میں ہے جو نیکی کے حصول کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں مگر مشترک طور پر نفس نیکی کو سب پسند کرتے اور چاہتے ہیں۔ جھوٹ بولنا کون پسند کرتا ہے۔ جذبات نفسانی سے بچنے کو اچھا کہتے ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود بدیوں کو بدی سمجھنے کے بھی ایک دنیا ان میں گرفتار ہے اور گناہ کے سیلاب میں بہتی ہوئی جارہی ہے۔ میں مثال کے طور پر کہتا ہوں کہ عیسائیوں نے انسان کو گنہگار زندگی کو ہلاک کرکے نیکی اور پاکیزگی کی زندگی کے حصول کے لئے یہ راہ بتائی ہے کہ مسیح ہمارے لئے مر گیا اور ہمارے گناہوں کا بوجھ اس نے اٹھا لیا اور اس کے خون سے ہم پاک ہو گئے مگر میں دیکھتا ہوں اور آپ کو بھی اقرار کرنا پڑے گا کہ مسیح کے خون نے یورپ کی حالت پر کوئی نمایاں اثر اور تبدیلی پیدا نہیں کی بلکہ ان کی اخلاقی اور روحانی حالتوں پر نظر کرکے سخت افسوس ہوتا ہے ان کی زندگی مرتاضانہ زندگی نہیں ہے بلکہ ایک آزادی اور اباحت کی زندگی ہے۔ کتنے ہیں جو سرے سے خدا ہی کے منکر ہیں اور بہت ہیں جو خدا کو مان کر اور مسیح کے خون پر ایمان رکھتے ہوئے بھی اپنی حالت میں گرے ہوئے ہیں۔ شراب کی وہ کثرت ہے جو کئی کئی میل تک شراب کی دکانیں چلی جاتی ہیں اور نامحرم عورتوں کو شہوت کی نظر سے نہ دیکھنا تو کیا ان کے دوسرے اعضاء بھی نہ بچ سکے۔ میں عیسائیوں تک ہی اس گناہ کے سیلاب کو محدود نہیں کرتا۔ میں صاف کہتا ہوں اس وقت دنیا کی ساری قومیں اس زہر کو کھا رہی ہیں اور ہلاک ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں نے باوجودیکہ ان کے پاس ایک روشن کتاب تھی اور اس میں کسی کے خون کے ذریعہ انکو گناہ سے پاک کرنے کا وعدہ دے کر آزاد نہیں کیا گیا تھا لیکن وہ بھی خطرناک طور پر اس بلا میں مبتلا ہیں۔ ہندوؤں کو دیکھو ان میں بھی یہی بلا موجود ہے یہاں تک کہ ان میں سے بعض قوموں نے جیسے آریہ ہیں نیوگ جیسے مسئلہ کو اپنے ایمانیات اور معتقدات میں داخل کر لیا ایک مرد جبکہ اولاد پیدا کرنے کے ناقابل ہو تو وہ اپنی بیوی کو دوسرے سے اولاد پیدا کرنے کی اجازت دیدے۔

میں اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ خدا ہے

غرض اس قسم کی ناپاک زندگی جو حقیقت میں گناہ کی لعنت ہے وہ عام ہو رہی ہے اور وہ پاک زندگی جو گناہ سے بچ کر ملتی ہے وہ ایک لعلِ تاباں ہے جو کسی کے پاس نہیں۔ ہاں خدا تعالےٰ نے وہ لعلِ تاباں مجھے دیا ہے اور مجھے اسنے مامور کیا ہے کہ میں دنیا کو اس لعلِ تاباں کے حصول کی راہ بتا دوں۔ اس راہ پر چل کر میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص یقیناً یقیناً اس کو حاصل کر لے گا اور وہ ذریعہ اور وہ راہ جس سے یہ ملتا ہے ایک ہی ہے جس کو خدا کی سچی معرفت کہتے ہیں۔ درحقیقت یہ مسئلہ بڑا مشکل اور نازک مسئلہ ہے کیونکہ ایک مشکل امر پر موقوف ہے۔ فلاسفر جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے آسمان اور زمین کو دیکھ کر اور دوسرے مصنوعات کی ترتیب ابلغ و محکم پر نظر کرکے صرف اتنا بتاتا ہے کہ کوئی صانع ہونا چاہیئے مگر میں اس سے بلند تر مقام پر لے جاتا ہوں اور اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ خدا ہے۔

اب اس میں صریح فرق ہے مگر یہ فرق تب ہی نظر آ سکتا ہے جب آنکھ صاف ہو ایسی صاف آنکھ کے عطا ہونے پر انسان بنی نوع کے حقوق اور خدا کے حقوق میں تمیز کرکے انہیں محفوظ کر لیتا ہے اور یہ وہی آنکھ ہے جس کو خدا کے دیکھنے کی آنکھ کہتے ہیں۔ اس آنکھ کے ملنے پر وہ پاک زندگی شروع ہوتی ہے اور گناہوں سے بچنے کا یہ ذریعہ تو کسی حالت میں درست نہیں ہو سکتا کہ کسی دوسرے کو سزا ملے اور ہمارے گناہ معاف ہو جائیں۔ زید کو پھانسی ملے اور بکر بچ جاوے کیونکہ اسکے ابطال پر یہی دلیل کافی ہے کہ خارجی امور میں ہم اس کی کوئی نظیر نہیں پاتے اور اس طریق سے بچ نہیں سکتے بلکہ دلیر ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کتا ہے یہ بھیڑیا نہیں ہے۔ اصل میں اگر یہ بھیڑیا ہو اور ہم اس کو کتا سمجھیں تو بھی ممکن ہی نہیں کہ اس سے ڈریں اور وہ خوف کریں جو ایک خونخوار بھیڑیئے سے کرتے ہیں کیوں؟ اسلئے کہ ہمیں علم نہیں ہے کہ وہ بھیڑیا ہے ہمارے علم میں وہ ایک کتا ہے۔ لیکن اگر یہ علم ہو کہ یہ بھیڑیا ہے تو اس سے دور بھاگیں گے اور اس سے بچنے کے لئے اچھی خاصی تیاری کریں گے۔ لیکن اگر یہ علم اور بھی وسیع ہو جاوے کہ یہ شیر ہے تو بہت بڑا خطرہ پیدا ہوگا اور اس سے بچنے کے لئے اور بھی بڑی تیاری کریں گے۔ غرض جمیع قویٰ پر ہیبت اور تاثیر کے علم سے ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ پس اب یہ کیسی صاف صداقت ہے جس کو ہر شخص سوچ سکتا ہے کہ پھر گناہوں سے بچنے کے واسطے کیا راہ ہو سکتی ہے؟

میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میں ایسی صداقت پر قائم کیا گیا ہوں اور یہی حق ہے کہ جب تک خدائے قہار کی معرفت تام نہ ہو اور اسکی قوتوں اور طاقتوں کی ایک شمشیر برہنہ نظر نہ آجاوے انسان بدی سے بچ نہیں سکتا۔

بدی ایک ایسا ملکہ ہے جو انسان کو ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے اور دل بے اختیار ہو ہو کر قابو سے نکل جاتا ہے۔ خواہ کوئی یہ کہے کہ شیطان حملہ کرتا ہے۔ خواہ کسی اور طرز پر اس کو بیان کیا جاوے۔ یہ ماننا پڑے گا کہ آج کل بدی کا زور ہے اور شیطان اپنی حکومت اور سلطنت کو قائم کرنا چاہتا ہے۔ بدکاری اور بے حیائی کے دریا کا بند ٹوٹ پڑا ہے اور وہ اطراف میں طوفانی رنگ میں جوش زن ہے۔ پس کس قدر ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ہر مصیبت اور مشکل کے وقت انسان کا دستگیر ہوتا ہے اس وقت اسے ہر بلا سے نجات دے۔ چنانچہ اسنے اپنے فضل سے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ دنیا نے اس سیلاب سے بچنے کے واسطے مختلف حیلے نکالے ہیں اور جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے عیسائیوں نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ ایک ایسی بات ہے کہ جس کے بیان کرنے سے بھی شرم آتی ہے۔ پھر اس کا علاج وہی ہے جو خدا نے انسان کی فطرت میں رکھا ہے یعنی یہ کہ وہ مفید اور نفع رساں چیزوں کی طرف رغبت کرتا ہے اور مضر اور نقصان رساں چیزوں سے دور بھاگتا ہے اور نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ دیکھو سونے اور چاندی کو اپنے لئے مفید سمجھتا ہے تو اسکی طرف کیسی رغبت کرتا ہے اور کن کن محنتوں اور مشکلات سے اسے بہم پہنچاتا ہے اور پھر کن حفاظتوں سے اسے رکھتا ہے لیکن اگر کوئی شخص سونے چاندی کو تو پھینک دے اور اسکے بجائے مٹی کے بڑے بڑے ڈھیلے اٹھا کر اپنے صندوقوں میں بند کر کے انکی حفاظت کرنے لگے تو کیا ڈاکٹر اسکی دیوانگی کا فتویٰ نہ دیں گے۔ ضرور دیں گے۔ اسیطرح پر جب ہمیں یہ محسوس ہو جاوے کہ خدا ہے اور وہ بدی سے نفرت کرتا اور نیکی کو پیار کرتا ہے اور نیکیوں کو عزیز رکھتا ہے تو ہم دیوانہ وار نیکیوں کی طرف دوڑیں گے اور گناہ کی زندگی سے دور بھاگیں گے۔ یہی ایک اصول ہے جو نیکی کی قوت کو طاقت بخشتا اور نیکی کے قویٰ کو تحریک دیتا ہے اور بدی کی قوتوں کو ہلاک کرتا اور شیطان کی ذریت کو شکست دیتا ہے۔

جب واقعی طور پر اس آفتاب کی طرح جو اس وقت دنیا پر چمکتا ہے خدا پر ہمیں یقین حاصل ہو جاوے اور ہم خدا کو گویا دیکھ لیں تو یقیناً ہماری سفلی زندگی پر موت وارد ہو جاتی ہے اور اسکے بجائے ایک آسمانی زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے انبیاء علیہم السلام اور دوسرے راستبازوں کی زندگیاں تھیں۔

میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ خدا کی رحمت فرمانبرداروں اور راستبازوں پر ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کے حضور نیکی اور پاکیزگی کا تحفہ لیکر جاتے ہیں اور شرارتوں اور بدکاریوں سے اسلئے دور رہتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ سے بُعد اور حرمان کا موجب ہیں۔ ایسے لوگ ایک پاک چشمہ سے دھوئے جاتے ہیں جس کا دھویا ہوا پھر کبھی میلا اور ناپاک نہیں ہوتا اور انہیں وہ شربت پلایا جاتا ہے جس کے پینے والا کبھی پیاسا نہیں ہو سکتا۔ انہیں وہ زندگی عطا ہوتی ہے جس پر کبھی موت وارد نہیں ہوتی۔ انہیں وہ جنت دیا جاتا ہے جس سے کبھی نکلنا نہیں ہوتا۔ برخلاف اسکے وہ لوگ جو اس چشمہ سے سیراب نہیں ہوتے اور خدا کے ہاتھوں سے جن کا مسح نہیں ہوتا وہ خدا سے دور جاتے ہیں اور شیطان کے قریب ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے خدا کی طرف آنا چھوڑ دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ نہ ان میں تسلی کی کوئی راہ باقی ہے، نہ ان کے پاس دلائل ہیں اور نہ تاثرات۔

میں خارق عادت امور کا مشاہدہ کرا سکتا ہوں

ایک عیسائی سے اگر پوچھا جائے کہ تو جو دعویٰ کرتا ہے کہ مسیح کے خون سے میرے گناہ پاک ہو گئے تیرے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟ وہ کونسے فوق العادت امور تجھ میں پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے ایک غیر معمولی خدا ترسی اور نکوکاری کی روح تجھ میں پھونک دی ہے تو وہ کچھ جواب نہ دے سکے گا برخلاف اسکے اگر کوئی مجھ سے پوچھے تو میں اس کو ان خارق عادت امور کا زبردست ثبوت دے سکتا ہوں۔ اور اگر کوئی طالب صادق ہو اور اس میں شتابکاری اور بدظنی کی قوت بڑھی ہوئی نہ ہو تو میں اسے مشاہدہ کرا سکتا ہوں۔

بعض امور ایسے ہوتے ہیں کہ اگر انکے دلائل نہ بھی ملیں تو انکی تاثیرات بجائے خود انسان کو قائل کر دیتی ہیں اور وہی تاثیرات دلائل کے قائمقام ہو جاتی ہیں۔ کفارہ کے حق ہونے کے اگر دلائل عیسائیوں کے پاس نہیں ہیں جیسا کہ وہ کہدیا کرتے ہیں کہ یہ بھی ایک راز ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ ان تاثیرات کو ہی پیش کریں جو کفارہ کے اعتقاد نے پیدا کی ہیں۔ یورپ کی اباحتی زندگی دور سے ان تاثیرات کا نمونہ دکھا رہی ہے اس سے بڑھ کر وہ کیا پیش کریں گے اور یہ ایک عقلمند کے سمجھ لینے کے واسطے کافی ہے کہ کیا اثر ہوا۔

ایک اور بات ہے جو یاد رکھنے کے قابل ہے جس پر غور نہ کرنے کی وجہ سے بعض آدمیوں کو بڑے بڑے دھوکے لگے ہیں اور وہ جادۂ مستقیم سے بھٹک گئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ انسان کی پیدائش ایک قسم کی نہیں ہے۔

جیسے بوٹیاں ہزاروں قسم کی ہوتی ہیں اور جمادات میں مختلف قسمیں پائی جاتی ہیں کوئی چاندی کی کان ہے کوئی سونے کی، کوئی پیتل اور لوہے کی۔ اسی طرح پر انسانی فطرتیں مختلف قسم کی ہیں۔ بعض انسان اس قسم کی فطرت رکھتے ہیں کہ وہ ایک گناہ سے نفرت کرتے ہیں اور بعض کسی اور قسم کے گناہ سے۔ مثلاً ایک آدمی ہے کہ وہ چوری تو کبھی نہیں کرتا لیکن زناکاری اور اور قسم کی بے حیائی اور بے باکی کرتا ہے یا ایک زنا سے تو بچتا ہے لیکن کسی کا مال مار لینے یا خون کر دینے کو گناہ ہی نہیں سمجھتا اور بڑی دلیری کے ساتھ ایسی بیہودہ بات اور افعال کا مرتکب ہوتا ہے۔ غرض ہر ایک آدمی کو جو دیکھتے ہیں تو اسے کسی نہ کسی قسم کے گناہ میں مبتلا پاتے ہیں اور بعض حصوں میں اور بعض قسم کے گناہوں میں بالکل معصوم ہوتے ہیں پس جس قدر افراد انسانوں کے پائے جاتے ہیں۔ انکی بابت ہم کبھی بھی قطعی اور یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ وہ سب کے سب ایک ہی قسم کے گناہ کرتے ہیں۔ نہیں۔ بلکہ کوئی کسی میں مبتلا ہے کوئی دوسرے میں گرفتار رہے۔

کسی قوم کی بابت وہ مغرب میں ہو یا مشرق میں ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ بالکل گناہ سے بچی ہوئی ہے۔ صرف اس قدر تو مانیں گے کہ فلاں گناہ وہ نہیں کرتی مگر یہ کبھی نہیں کہہ سکتے کہ بالکل نہیں کرتی۔ یہ فطرت اور یہ قوت کہ بالکل گناہوں سے بیزاری اور نفرت پیدا ہو جائے۔ سچی تبدیلی کے بغیر کسی کو مل نہیں سکتی اور اسی تبدیلی کو پیدا کرنا ہمارا کام ہے۔

(الحکم ۲۴ دسمبر ۱۹۰۱ء)

۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء — جماعت احمدیہ کا سنگِ بنیاد رکھنے کا تاریخی دن

(ازمکرم شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ)

سلسلہ کی بنیاد اور مُصلح موعود کی پیدائش

یہ ایک عجیب بات بلکہ خدائی حکمتوں میں سے ایک اہم حکمت ہے۔ کہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو ہی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود پیدا ہوئے اور اسی روز حضرت اقدس نے شرائط بیعت کا اعلان فرما کر سلسلہ کی بنیاد رکھی اور مخلصین کو بیعت کے لئے مدعو فرمایا۔ ان دونوں باتوں کے اجتماع میں دراصل یہ مخفی اشارہ تھا کہ سلسلہ کی اشاعت میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ کو اہم دخل ہوگا۔ چنانچہ واقعات بھی نہایت صفائی سے گواہی دے چکے ہیں کہ یہ بات درست تھی اور کیوں درست نہ ہوتی جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آنیوالے مسیح کے لئے یہ پیشگوئی فرما چکے تھے کہ یتزوّج و یولد لہٗ یعنی "وہ ایک اعلیٰ صفات رکھنے والی عورت سے شادی کرے گا اور اس کی اولاد اہم دینی کارنامے سرانجام دے گی"۔

یاد رہے کہ یہاں کسی عام عورت کے ساتھ شادی اور کسی عام اولاد کے پیدا ہونے کی طرف اشارہ مراد نہیں تھا کیونکہ اس کے ذکر سے کوئی فائدہ مقصود نہیں ہو سکتا خصوصاً جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم الشان نبی پیشگوئی کرے اور حضرت اقدس بھی ہر بچہ کی پیدائش سے قبل اس کی صفات خاصہ کا عام اعلان فرما دیں اور ایک لڑکے کو اہم بشارات کا حامل قرار دے کر بار بار اس کی تعریف و توصیف کریں۔ یہ سارے امور بتاتے ہیں۔ کہ مسیح موعودؑ کی اولاد کو اشاعت دین میں اہم کارہائے نمایاں انجام دینا ہوگا۔ سو الحمد للہ کہ وہ ایسا کر رہی ہے

لودھیانہ اور ہوشیارپور کا سفر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ ۱۸۸۹ء کے شروع میں لدھیانہ تشریف لے گئے اور ایک اشتہار کے ذریعہ احباب میں اعلان فرمایا۔ کہ "تاریخ ہذا سے جو ۴ مارچ ۱۸۸۹ء ہے۔ ۲۵ مارچ تک یہ عاجز لودھیانہ میں مقیم ہے۔ اس عرصہ میں اگر کوئی صاحب آنا چاہیں تو لودھیانہ میں ۲۰ تاریخ کے بعد آجائیں اور اگر اس جگہ آنا موجب حرج و دقت ہو تو ۲۵ مارچ کے بعد جس وقت کوئی چاہے قادیان میں بعد اطلاع دہی بیعت کرنے کے لئے حاضر ہو جائے"۔

ابھی حضور لودھیانہ پہنچے ہی تھے کہ شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیارپور کے فرزند کی شادی میں شرکت کے لئے مدعو کئے گئے۔ اس خاندان کے ساتھ حضور کے پرانے تعلقات تھے۔ ۱۸۸۶ء کی چلہ کشی کے ایام میں بھی حضور نے شیخ صاحب کے ہی ایک مکان پر قیام فرمایا تھا۔ اس لئے قدیم مراسم کی وجہ سے حضور شادی میں شمولیت کے لئے ہوشیارپور تشریف لے گئے۔

بیعت اولیٰ - ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء

لودھیانہ میں بیعت لینے کے لئے آپ نے حضرت منشی احمد جان رضی اللہ عنہ کے مکان کو پسند فرمایا حضرت منشی صاحب موصوف ایک نہایت ہی پاک باطن اور متقی انسان تھے۔ اس نواح میں ان کے سینکڑوں مرید تھے جو اُن کے ساتھ حددرجہ اخلاص رکھتے تھے۔ حضرت اقدس کی مشہور تصنیف براہین احمدیہ کا مطالعہ کرنے کے بعد وہ آپ پر ہزار جان سے فدا ہو چکے تھے۔ اور خواہش مند تھے کہ اپنا پیری مریدی کا سلسلہ ترک کر کے آپ کی بیعت کریں چنانچہ انہوں نے حضور کو مخاطب کر کے یہ شعر بھی پڑھا تھا ؎

> ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر
> تم مسیحا بنو خدا کے لئے

اس وقت حضرت اقدس نے انہیں یہ جواب دیا تھا کہ میں ابھی بیعت لینے کے لئے مامور نہیں کیا گیا ہوں۔ لیکن جب حضرت اقدس نے بیعت لینے کا اعلان فرمایا تو وہ فوت ہو چکے تھے۔ وانا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی شادی بھی حضرت اقدس نے کوشش کر کے اُنہی کی صاحبزادی صغریٰ بیگم صاحبہ سے کروائی تھی۔

دارُالبیعت

حضرت منشی صوفی احمد جان مرحومؓ کے مکان کے جس حجرہ میں حضرت اقدس نے سب سے پہلے بیعت لی وہ دارالبیعت کے نام سے موسوم ہوا۔ حضرت منشی صاحب مرحوم کی اولاد خدا کے فضل سے ساری کی ساری احمدیت میں شامل ہوئی۔ اس نے یہ مکان سلسلہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ لیکن افسوس کہ ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں عارضی طور پر وہ جماعت کے قبضہ سے نکل گیا مگر انشاء اللہ بہت جلد واپس مل جائے گا۔

یومُ البیعت

بیعت ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کے روز شروع ہوئی حضرت اقدس کا منشا تھا کہ بیعت کنندگان کے اسماء مکمل پتوں کے ساتھ ایک رجسٹر میں محفوظ کر لئے جائیں۔ اس لئے حضور نے حکم دیا کہ ہر بیعت کرنے والا اپنا نام معہ مکمل پتہ ایک کاغذ کے پُرزہ پر لکھ کر دیدے چنانچہ حضور کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ کچھ دنوں کے بعد ایک رجسٹر تیار کیا گیا جس پر لکھا گیا۔

بیعت توبہ برائے حصول تقویٰ وطہارت

بیعت کنندگان کی ترتیب

اس رجسٹر میں بعض ابتدائی نام تو حضرت اقدس نے خود درج فرمائے لیکن پھر بعد کو مختلف اوقات میں بعض اور لوگوں نے بھی اُن پرچوں سے لے کر نام درج کئے۔ چونکہ پرچوں پر نام ہونے کی وجہ سے بیعت کرنے والوں کی ترتیب محفوظ نہ رہ سکی۔ اس لئے اس بارہ میں کچھ اختلاف سا پیدا ہو گیا ہے کہ صحیح ترتیب کیا ہے؟ بہرحال اس میں کچھ شک نہیں کہ سب سے پہلے بیعت کرنے والے حضرت حاجی الحرمین مولانا نورالدین صاحب بھیرویؓ اور دوسرے نمبر پر میر عباس علی صاحب لودھیانوی تھے جو بعد میں دعویٰ مسیح موعود کے وقت علیحدہ ہو گئے تھے۔ ان کے بعد بیعت کرنے والے معروف آدمیوں کے نام بغیر کسی ترتیب کے درج ذیل ہیں:۔

حضرت میاں محمد حسین صاحب مرادآبادیؓ خوشنویس حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوریؓ۔ حضرت قاضی خواجہ علی صاحبؓ۔ حضرت میر عنایت علی صاحبؓ۔ حضرت چوہدری رستم علی صاحبؓ۔ حضرت مولوی عبداللہ صاحبؓ ساکن تنگی علاقہ چارسدہ۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ۔ حضرت منشی اروڑے خاں صاحبؓ۔ حضرت منشی محمد خاں صاحبؓ۔ حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ۔ حضرت قاضی ضیاءالدین صاحبؓ حضرت شیخ عبدالعزیزؓ نومسلم سابق رام سنگھ۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے اس روز بیعت کرنے کے بارہ میں اختلاف ہے مگر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کے نزدیک حضرت مولوی صاحب نے پہلے ہی دن بیعت کی تھی۔ اپنے متعلق بھی حضرت شیخ صاحبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پہلے گو پہلے دن بیعت نہیں کی تھی مگر انہی ایام میں بیعت ضرور کی تھی اور یہ ذرا سا توقف بھی اس لئے ہو گیا تھا کہ مجھے اس وقت حضور کے دعویٰ مثیل مسیح ہونے کے متعلق شرح صدر نہ تھا اس لئے رسالہ "فتح اسلام" پڑھ کر لاہور میں دوبارہ بیعت کی۔

افسوس ہے کہ اصل رجسٹر جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے اس کا وہ ورق جس میں ابتدائی آٹھ ناموں کی فہرست تھی ضائع ہو گیا ہے۔ ورنہ ترتیب بیعت کنندگان کے متعلق تاریخ ذرا زیادہ محفوظ ہو جاتی۔

بیعت کے الفاظ

حضرت عبداللہ صاحب سنوریؓ فرماتے ہیں کہ پہلے دن جب حضور نے بیعت لی تو اس وقت بیعت کے الفاظ یہ تھے:۔

"آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے تمام ان گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں۔ جن میں مَیں مبتلا تھا اور سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا۔ اور دین کو دُنیا کے آراموں اور نفس کی لذّات پر مقدم رکھوں گا۔ اور ۱۲ جنوری کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہوں گا اور اب بھی اپنے گذشتہ گناہوں کی خداتعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔ استغفر اللہ ربّی۔ استغفر اللہ ربی۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ۔ رب انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت"۔ (حیات طیبہ صفحہ ۹۳ تا ۹۶)

ہم دولت ایمان کو ٹھکرا نہیں سکتے

مکرم نسیم سیفی صاحب نائیجیریا

> ہم عیش و مسرت کو جو اپنا نہیں سکتے
> واللہ کہ غم سے بھی تو گھبرا نہیں سکتے
>
> ایمان کی دولت سے دل و جان کا سہارا
> ہم دولتِ ایمان کو ٹھکرا نہیں سکتے
>
> تاریکیٔ شب میں بھی ہر اک راہ ہے روشن
> یادوں کے جو مہتاب ہیں گہنا نہیں سکتے
>
> اب کِشتِ محبت میں جو کچھ پھول کھلے ہیں
> یہ ٹوٹ تو سکتے ہیں پر مرجھا نہیں سکتے
>
> آوارہ و بدنام نہ ہو جاؤ کہیں تم
> دل ایک صنم ہی سے جو بہلا نہیں سکتے

پیشگوئی پسر موعود اور جماعت احمدیہ کے یومِ تاسیس میں گہری مطابقت

از مکرم محمد اجمل صاحب شاہد بی۔اے مربی سلسلہ احمدیہ مقیم پشاور

پیشگوئی مصلح موعود ایدہ اللہ الودود سلسلہ احمدیہ کے باقاعدہ شروع ہونے کے لئے بطور ارہاص تھی اسی پیشگوئی میں ہشیارپور کے سفر کے علاوہ سفر لدھیانہ کے بھی بابرکت ہونے کا واضح ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونو سفر ایک ہی سلسلہ کی اہم کڑیاں ہیں اور مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کی پیدائش ہی دراصل وہ فتح وظفر کی کلید تھی کہ جس کے نتیجہ میں آئندہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا باقاعدہ آغاز ہونا تھا۔

(۱)

۲۳ مارچ کا دن جہاں پر ہر سال تقویم شمسی کے لحاظ سے دن کے بڑھنے اور رات کی تاریکی میں کمی شروع ہونے کا وقت ہے اسی طرح روحانی لحاظ سے بھی یہ اپنے اندر خصوصیت رکھتا ہے کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی بنیاد اسی دن رکھی گئی۔ یہ گویا معنوی لحاظ سے اس بات کا اعلان تھا کہ عالم اسلام پر مدت مدید سے جو تاریکی اور ظلمت سایہ افگن تھی اس کے سمٹنے اور دن کی روشنی کے بڑھنے کا وقت آپہنچا ہے۔ اسلام پر جس وقت ظلمت اپنے سائے پھیلائے ہوئے تھی اس وقت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی بیقراری کا اظہار یوں فرماتے ہیں ؎

دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے میرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار

مگر اس کے بعد جب اسلام کی یہ حالت زار دیکھ کر آپ کی دلی بے چینی و بیقراری رنگ لائی اور آپ کی ہی بعثت کے ذریعہ سے اسلام کی ترقی کا بیج بو دیا گیا تو آپ مشرقی افق پر طلوع ہونے والے آفتاب کی بشارت یوں دیتے ہیں ؎

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار
آفتاب صبح نکلا اب بھی سوتے ہیں یہ لوگ
دن سے ہیں بیزار اور راتوں سے کرتے ہیں پیار

(۲)

مارچ کا مہینہ اپنے اندر یہ بھی خصوصیت رکھتا ہے کہ اس وقت موسم بہار کی آمد آمد ہوتی ہے اس ماہ میں خزاں اور پت جھڑ کی وجہ سے جو پودے ایک کریہہ منظر پیش کر رہے ہوتے ہیں ان میں ایک نئی زندگی رقص کرتی ہے۔ فصل بہاری کی آمد سے "احیاءِ موتیٰ" کا سا سماں پیدا ہو جاتا ہے اور ہر طرف سبزہ اور روئیدگی ظاہر ہونا شروع ہوتی ہے۔ یہ گویا سردیوں کے بیت جانے اور خوشگوار موسم کی آمد کا اعلان ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اس ماہ کے اندر جماعت احمدیہ کے قیام کا آغاز کرنا گویا اس طرف اشارہ تھا کہ اسلام کے باغ پر جو خزاں طاری تھی اس کے ختم ہونے اور اس کے پھلنے اور پھولنے کا وقت آگیا ہے آپ کی آمد درحقیقت موسم بہار اور خوشگوار رُت کا آنا تھا جس کے نتیجہ میں اسلام کا باغ پھر لہلہانے لگا۔ آپ خود فرماتے ہیں ؎

دوستو اس یار نے دیں کی مصیبت دیکھ لی
آئیں گے اس باغ پر اب جلد لہرانے کے دن

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے قبل اسلام کی جو حالت تھی مولانا حالی مرحوم نے اسے باغ سے ہی تشبیہہ دیتے ہوئے جو نقشہ کھینچا ہے وہ بڑا ہی مایوس کن تھا۔ فرماتے ہیں

پھر اک باغ دیکھے گا اُجڑا سراسر
جہاں خاک اڑتی ہے ہر سُو برابر
نہیں تازگی کا کہیں نام جس پر
ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر
نہیں پھول پھل جس میں آنے کے قابل
ہوئے رُوکھ جس کے جلانے کے قابل

مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسی خطرناک زبوں حالی میں اسلام کے باغ کی نگرانی سپرد کی گئی چنانچہ آپ کو ایک کشفی حالت میں رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"یہ باغ اسلام ہم تم کو دیتے ہیں"
(تذکرہ صفحہ ۷۶۵)

اسی طرح اوائل کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ کشفاً آپ کو یہ دکھایا گیا:۔

"ایک باغ لگایا جا رہا ہے اور
مَیں اس کا مالی مقرر ہوا ہوں"

(حیات احمد جلد دوم صفحہ ۱۹۲)

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس الٰہی ارشاد کے مطابق گلشن محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور نگرانی کا کام نہایت ہی احسن طور پر شروع فرمایا اور اس غرض کے لئے ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء میں ایک جماعت کی بنیاد رکھی تاکہ وہ مستقل طور پر اس فرض کو سرانجام دیتی رہے۔ اس جماعت کی ابتداء مارچ کے موسم بہار کے مہینہ میں گویا ایک نیک شگون تھی کہ اب اسلام کی خزاں کا دَور ختم ہو کر اس کے بارگ و بار ہونے کا زمانہ آگیا ہے۔ چنانچہ آپ اس کی بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کے کھانے کے دن
دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے
اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

(۳)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پہلی بیعت بمقام لدھیانہ لی جو کہ قادیان سے مشرقی سمت پر واقع ہے۔ اس سفر کے بابرکت ہونے کے لئے خدا تعالیٰ نے آپ کو اس وقت بتا دیا تھا جبکہ آپ نے ہشیارپور کے مقام پر چلّہ کشی کی اور آپ کو "پسر موعود" کی بشارت سے نوازا گیا چنانچہ خدا تعالیٰ حضور کو مخاطب کرکے فرماتا ہے

"تیرے سفر کو جو (ہشیارپور
اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے
لئے مبارک کر دیا۔۔۔۔۔ اور
فتح وظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔"

درحقیقت پیشگوئی مصلح موعود ایدہ اللہ الودود سلسلہ احمدیہ کے باقاعدہ شروع ہونے کے لئے بطور ارہاص کے تھی۔ اسی میں ہشیارپور کے سفر کے علاوہ سفر لدھیانہ کے بھی بابرکت ہونے کا واضح ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونو سفر ایک ہی سلسلہ کی اہم کڑیاں ہیں اور مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کی پیدائش ہی دراصل وہ "فتح وظفر کی کلید" تھی کہ جس کے نتیجہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کا باقاعدہ آغاز ہونا تھا۔ چنانچہ یہ نہایت ہی عجیب امر ہے کہ حضرت مصلح موعود کی پیدائش ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں ہوئی اور عین اسی دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی ولادت کی خوشی میں ایک اشتہار شائع کیا جس کا عنوان "تکمیل تبلیغ و ضروری گذارش" تھا۔ اس اشتہار میں آپ نے معین رنگ میں سلسلہ بیعت کے آغاز اور دس شرائط بیعت کا بھی اعلان فرمایا۔ یہ توارد محض اتفاقی امر نہیں بلکہ اس میں زبردست الٰہی تصرف اور حکمت کام کر رہی تھی اور یہ بتایا گیا تھا کہ اس سلسلہ کے قیام کا اعلان جس موعود پسر کی پیدائش کے موقع پر کیا گیا ہے وہی اس کو پروان چڑھائے گا اور تکمیل تبلیغ کا فریضہ اسی کے ذریعہ سے تمام دنیا میں سرانجام دیا جائے گا جیسا کہ اس کے متعلق خدا تعالےٰ نے قبل از وقت فرمایا تھا۔

"زمین کے کناروں تک شہرت
پائے گا اور قومیں اس سے برکت
پائیں گی۔"

(۴)

پیشگوئی مصلح موعود میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہایت ہی واضح رنگ میں جماعتِ احمدیہ کے قائم ہونے اور اس کے بڑھنے اور پھلنے پھولنے کی بشارت دی گئی تھی۔ خدا تعالےٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کرکے فرماتا ہے:۔

"خدا تیرے نام کو اس روز تک
جو دنیا منقطع ہو جائے عزت
کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری
دعوت کو دنیا کے کناروں تک
پہنچا دے گا۔۔۔۔ خدا تجھے
بکلی کامیاب کرے گا اور تیری
ساری مرادیں تجھے دے گا۔ مَیں
تیرے خالص اور دلی محبوں کا
گروہ بھی بڑھاؤں گا اور
ان کے نفوس و اموال میں برکت
دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا
اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ
پر تا بروزِ قیامت غالب رہیں گے
جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ
ہے۔" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

یہ پیشگوئی اس زمانہ کی ہے جبکہ جماعت کا وجود ابھی عمل میں نہیں آیا تھا مگر اس میں خدا تعالیٰ نے حضور کو ایک مخلص جماعت کے عطا فرمانے کی بشارت دی تھی۔ چنانچہ اسکے تقریباً پانچ سال بعد جب ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء میں بیعت اولیٰ ہوئی تو خدا تعالےٰ نے آپ کو ایک چنیدہ جماعت عطا فرما دی جو کہ روز بروز بڑھتی چلی گئی اور پھر حضرت مصلح موعود کے عہد سعادت میں وہ دنیا کے کناروں تک پہنچ گئی اور ہر ملک و قوم اور مذہب و ملّت کے لوگ ایک مخلصین اور خدام میں شامل ہو گئے اور یہ سلسلہ بفضلہٖ تعالےٰ روبترقی ہے۔

(اللّٰھم زد فزد)

(۵)

پسر موعود کی پیشگوئی میں ہشیارپور اور لدھیانہ کے سفر کا یکجا ذکر کیا گیا ہے حالانکہ درمیان میں پانچ سال کا لمبا وقفہ موجود تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درمیانی وقفہ بھی خدا تعالیٰ کی خاص حکمت کے مطابق رکھا گیا تھا۔ درحقیقت یہ ایک ہی سلسلہ کے دو الگ الگ سفر تھے جن کو پسر موعود کی بشارت اور پیدائش کے ذریعہ باٹ دیا گیا تھا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ درمیانی عرصہ ایک تو اس غرض کے لئے تھا تاکہ جس موعود کی

بشارت دی گئی تھی وہ عالم وجود میں آجائے اور دوسرے یہ کہ سلسلہ بیعت میں داخل ہونے والوں کا ایک ابتلاء کے ذریعہ امتحان ہو جائے اور وہی لوگ جماعت کے اندر داخل ہوں جو اپنے اخلاص میں سچے اور پکے ہوں۔ یہ تقریب خدا تعالیٰ نے بشیر اوّل کی وفات کے ذریعہ فرما دی کیونکہ بشیر اوّل کی پیدائش سے یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ شاید یہی وہ پسر موعود ہے کہ جس کی ہوشیارپور کے اشتہار میں خبر دی گئی تھی مگر جب نومبر ۱۸۸۸ء میں اس کی وفات ہو گئی تو تو ملک میں حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا اور وہی فرد آپ کے ساتھ ثابت قدم رہا جو اس ابتلاء کی بھٹی میں سے صحیح سالم گزر آیا۔ اس موقعہ پر حضور نے سبز اشتہار شائع فرمایا جس میں آپ نے تحریر فرمایا کہ بشیر اوّل کی وفات ایک ابتلاء تھی ورنہ پسر موعود خدا تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق ضرور پیدا ہوگا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"سو اے وے لوگو! جنہوں نے ظلمت کو دیکھ لیا۔ حیرانی میں مت پڑو بلکہ خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی۔"

(سبز اشتہار)

چنانچہ اس ابتلاء کی ظلمت کے بعد یہ "روشنی" ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو ظاہر ہوئی۔ جس دن

---

۲۳ کہ حضور نے سلسلہ بیعت کے لئے اشتہار دیا۔ اور اس طرح ایک ظاہری اور پھر روحانی روشنی کے اجتماع سے گویا نورٌ علیٰ نور کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اس نور کو ایک لمبے عرصہ تک ہمارے درمیان موجود رکھے تاکہ یہ سلسلہ آپ کی روحانی روشنی سے ہمیشہ مستنیر رہے۔

تحریری مناظرہ پر "صدقِ جدید" کا تبصرہ

گذشتہ سال عیسائیوں کے بڑے پادری عبدالحق صاحب سے جو اپنے آپ کو "فاتح قادیان" کہتے ہیں حضرت مسیح کی الوہیت کے بنیادی مسیحی عقیدہ پر تحریری مناظرہ ہوا ہے۔ دو دو پرچے فریقین کے ہوئے تھے۔ کہ بزعم خود "فاتح قادیان" پادری صاحب لاجواب اور عاجز آگئے اور آپ نے مناظرہ کو جاری رکھنے سے انکار کر دیا۔ بار بار توجہ دلانے کے باوجود انہیں اس کی جرأت نہ ہوئی۔ چنانچہ قریباً اڑھائی صد صفحات کی شکل میں فریقین کے دو دو پرچے "تحریری مناظرہ" کے عنوان سے شائع کر دئے گئے ہیں۔ اس کے بعد بھی آج تک عیسائی پادری صاحبان خاموش ہیں۔ ہمارے اس "تحریری مناظرہ" پر تازہ تبصرہ جناب مولوی عبدالماجد صاحب بی اے مدیر "صدق جدید" نے فرمایا ہے۔ جو درج ذیل ہے:۔

تحریری مناظرہ

"از مولوی ابو العطاء صاحب جالندھری ۲۳۲ صفحہ۔ پتہ مکتبۃ الفرقان ربوہ پاکستان۔

یہ مناظرہ موضوع الوہیت مسیح پر مولوی صاحب موصوف اور ایک مسیحی مناظر پادری عبدالحق چنڈی گڑھ مشرقی پاکستان کے درمیان ہوا۔

پڑھے لکھے مسلمانوں کے لئے پڑھنے کے قابل ہے

پادری صاحب کی تحریروں میں قدیم یونانی معقولات کی اصطلاحات کی بھرمار اور درشت کلامی اور حریف پر مسلسل ذاتی حملے نمایاں ہیں۔" (صدق جدید لکھنؤ ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

اس رسالہ کی قیمت ڈیڑھ روپیہ علاوہ محصولڈاک ہے۔ پڑھے لکھے عیسائیوں میں بھی اسے تقسیم کیا جائے۔

حضرت بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام اور گورو نانک جی مہاراج

از عباد اللہ صاحب گیانی

جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۶۵ء میں (ست بچن ۲۹) اور پھر ۱۸۷۲ء میں (نزول المسیح ۲۰۳) دو مرتبہ گورو نانک جی مہاراج سے کشف میں ملاقات کی۔ اور ان کشوف میں باوا جی نے حضور سے اپنا اسلام سے تعلق ظاہر کیا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

"میں نے دو مرتبہ باوا نانک صاحب کو کشفی حالت میں دیکھا ہے اور ان کو اس بات کا اقراری پایا ہے کہ انہوں نے اسی نور سے روشنی حاصل کی تھی۔ فضولیات اور جھوٹ بولنا مرداروں خوروں کا کام ہے۔ میں وہی کہتا ہوں کہ جو میں نے دیکھا ہے۔ اسی وجہ سے میں باوا نانک صاحب کو عزت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اسی چشمہ سے پیتے تھے۔ جس سے ہم پیتے ہیں اور خدا تعالےٰ جانتا ہے کہ میں اسی معرفت سے بات کرتا ہوں کہ جو مجھے عطا کی گئی ہے"

(اشتہار ۸ اپریل ۱۸۹۷ء و تذکرہ ۱۶)

یہاں یہ بیان کر دینا بھی نامناسب نہ ہوگا کہ سکھ ودوان اس طرح کی کشفی ملاقاتیں اور ان کشوف کے ذریعہ فوت شدہ لوگوں کے عقائد اور خیالات کا براہ راست علم حاصل کرنا ممکنات میں سے تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس حاصل شدہ علم کو (خواہ خارج میں اس کا کوئی ثبوت ملے یا نہ ملے) درست اور حقیقت کے مطابق تصور کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو گور پرتاپ سورج گرنتھ سمپادت ۲۰۹۱ و گورو نانک چمتکار ۲۔ گورو دھام دیدار ۲ و گورو گرنتھ صاحب مترجم پنڈت نارائن سنگھ گیانی دیباچہ ۲۱ وغیرہ)

حضور علیہ السلام نے اپنے ان کشوف کی بناء پر سکھ کتب کی تحقیق فرمائی اور کئی سالوں کی تحقیق کے بعد گورو نانک جی سے متعلق ۱۸۸۶ء میں یہ اعلان فرمایا کہ:۔

"گورو جی نے جابجا ویدکی مخالفت کی ہے اور جہاں تک ان کی علمی حیثیت تھی

انہوں نے دین اسلام کے عقائد کو پسند کیا ہے ..... نانک صاحب حسب تعلیم قرآن شریف خدائے تعالیٰ کے مالک اور رب العلمین ہونے پر ایمان لے آئے تھے" (سرمہ چشم آریہ ۱۳۱)

گورو نانک جی کے اسلام کے متعلق میں حضور کا یہ سب سے پہلا تحریری بیان ہے۔ اس کے بعد حضور نے ۱۸۹۵ء میں اس موضوع پر ایک مستقل کتاب "ست بچن" کے نام پر شائع فرمائی۔ جس میں سکھ لٹریچر سے متعدد حوالہ جات پیش کرکے حضور نے گورو نانک جی سے متعلق اپنی رائے کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ میں فرمایا کہ:۔

"ہماری رائے باوا نانک کی نسبت یہ ہے کہ بلاشبہ وہ سچے مسلمان تھے" (ست بچن ۳۱)

حضور کی اس رائے کا انحصار کسی سنی سنائی بات پر نہ تھا۔ بلکہ اس کی بنیاد اللہ تعالےٰ کی طرف سے حاصل شدہ معرفت اور حضور کی تیس سالہ تحقیق پر تھی۔ جیسا کہ حضور نے خود ہی فرمایا ہے کہ:۔

"ہمیں باوا صاحب کے کلمات کا بخوبی علم ہے۔ اور ہم نے قریباً تیس ۳۰ برس تک یہی شغل رکھا ہے۔ باوا صاحب اس تناسخ کے ہرگز قائل نہ تھے جس کے آریہ قائل ہیں۔ (ست بچن ۲۴)

یعنی:۔

"اس وقت گرنتھ ہمارے سامنے ہے۔ اور نہ آج سے بلکہ تیس برس سے ہم باوا صاحب کے اصل عقائد کا پتہ لگانے کے لئے جہاں تک انسانی طاقت ہے خوض کرتے رہے ہیں اور ہماری کامل تحقیقات نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ باوا صاحب رحمت اللہ علیہ سچے مسلمان تھے۔ اور ایسے صادق تھے کہ اسلام کے انوار حاصل کرنے کے لئے ساری زندگی بسر کر دی"

(ست بچن ۲۸)

حضور علیہ السلام ۱۸۶۵ء سے ۱۹۰۸ء تک گورو نانک جی کے اسلام سے متعلق بار بار اظہار فرماتے رہے۔ چنانچہ:۔

۱۸۶۵ء میں حضور نے پہلی مرتبہ کشف کے ذریعہ معلوم کیا کہ گورو نانک جی اسلام کے معتقد تھے۔ (ست بچن ۲۸ و تذکرہ ۵)

۱۸۷۲ء میں آپ نے دوسری مرتبہ گورو جی سے بذریعہ کشف ملاقات کی۔ اور اس کشف کا ذکر لوگوں سے فرمایا۔ (نزول المسیح ۲۰۳ و تذکرہ ۱۴)

۱۸۸۶ء میں حضور نے سرمہ چشم آریہ میں گورو نانک جی کے اسلام سے متعلق پہلی مرتبہ تحریری طور پر اظہار فرمایا (سرمہ چشم آریہ ۱۳۱)

۱۸۹۵ء میں حضور نے اس موضوع پر اپنی معرکۃ الآراء کتاب "ست بچن" تحریر فرمائی اور گورو نانک جی کا اسلام سے تعلق ثابت کیا۔

۱۸۹۶ء میں حضور نے اپنی کتاب "انجام آتھم" میں اس بات کو اپنی صداقت کا ایک نشان قرار دیا کہ اللہ تعالےٰ نے حضور کو خود باوا جی کے اسلام کا علم دیا اور حضور نے اس سلسلہ میں "ست بچن" تصنیف فرمائی۔

(انجام آتھم ضمیمہ ۳)

۱۸۹۷ء میں حضور نے ایک اشتہار شائع فرمایا۔ جس میں سردار راجندر سنگھ جی کو گورو نانک جی کے اسلام سے متعلق مباہلہ کا چیلنج دیا۔ اور پانسو روپیہ انعام مقرر فرمایا۔

۱۸۹۸ء میں حضور نے اپنی کتاب "ضرورت الامام" کی اشاعت فرمائی۔ اس میں بھی حضور نے ایک مقام پر گورو جی کا اسلام سے تعلق ظاہر فرمایا۔ (ضرورت الامام ۱۹)

۱۸۹۹ء میں حضور نے "تریاق القلوب" میں بھی گورو جی کے اسلام کی اشاعت فرمائی اور چولہ صاحب کو گورو نانک جی کے اسلام کا ایک پختہ ثبوت پیش کیا (نزول المسیح ۲۰۳)

۱۹۰۶ء میں آپ نے "اخبار الحکم" کے ذریعہ بھی گورو نانک جی کا اسلام ثابت کیا۔

(اخبار الحکم مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

۱۹۰۷ء میں حضور نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب حقیقۃ الوحی شائع فرمائی اس کے ایک مقام پر بھی حضور نے گورو نانک جی کے اسلام کا ذکر فرمایا۔ (حقیقت الوحی ۱۲۱)

۱۹۰۸ء میں آپ نے پہلے "چشمہ معرفت" میں اور پھر "پیغام صلح" میں بھی گورو نانک جی کو سچا مسلمان ثابت فرمایا۔ (ملاحظہ چشمہ معرفت ۳۲۲ اور پیغام صلح ۱۲)

الغرض حضور کو باوا نانک جی کے اسلام کا پختہ یقین تھا۔ اسی بناء پر حضور نے ۱۸۹۷ء مباہلہ کا چیلنج دے کر اس بارہ میں اللہ تعالےٰ سے فیصلہ لینے کا بھی اعلان فرمایا تھا اور اس مقصد کے لئے پانسو روپیہ انعام بھی مقرر فرمایا تھا کہ اگر مباہلہ کرنے والی شخصیت ایک سال کے اندر خدا تعالےٰ کی گرفت سے بچ گئی تو یہ رقم اسے بطور انعام دے دی جائے اور جماعت احمدیہ اس خیال سے دستبردار ہو جائے گا کہ گورو نانک جی کا اسلام سے تعلق تھا۔ یعنی ہم احمدی اس کے بعد گورو نانک جی کو سچا مسلمان کہنا ترک کر دیں گے مگر اس موضوع پر کسی نے حضور سے مباہلہ نہ کیا

حضور کے ان واضح اعلانات کے بعد سکھ ودوانوں کی طرف سے گورو نانک جی کے اسلام پر پردہ ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ایک طرف تو سکھ لٹریچر میں بہت سا ردوبدل کیا گیا اور دوسری طرف جنم ساکھی بھائی بالا ایسی مشہور کتاب کو ایک جعلی کتاب اور بھائی بالا کو ایک فرضی وجود ثابت کرنے کی سعی کی گئی۔ حالانکہ سکھ ودوان یہ تسلیم کرتے تھے کہ گورو نانک جی کی سب کی سب تاریخ جنم ساکھی بھائی بالا کی بناء پر ہی لکھی گئی ہے۔ (ملاحظہ ہو اخبار پنجاب امرت سر ۳۰ نومبر ۱۹۲۳ء) اور اسے سکھ تاریخ کی سب سے پرانی کتاب تسلیم کیا جاتا تھا۔ (اخبار شیر پنجاب امرت سر ۱۹ نومبر ۱۹۲۳ء) اور یہ بھی بیان کیا جاتا تھا کہ اگر یہ جنم ساکھی عالم وجود میں نہ آئی ہوتی تو سکھوں کے پاس گورو نانک جی کی تاریخ سے متعلق کچھ بھی نہ ہوتا (کلغیدھر چمتکار ۹۳۹ و کلغیاں والے دے کمال) جو کچھ جنم ساکھیوں میں مذکور ہے۔ وہ گورو نانک جی نے خود درج کروایا ہے۔ (تواریخ گورو خالصہ اردو ۵۲) اور یہ کتاب گورو نانک جی کی نگرانی میں ایک سال چھ ماہ میں مکمل ہوئی تھی۔ (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ پنجم ۲۲) یہ جنم ساکھی بھائی گورو نانک جی کے سوانحی حالات سے متعلق ایک جامع کتاب ہے۔ (مختصر و مکمل تواریخ گورو خالصہ اردو) اور ایک وقت تک سکھ گوردواروں میں اس کے درس بھی دیے جاتے تھے۔ (کتک کہ وساکھ ۸-۷) اور ایسے سکھ مذہب کی ایک مستند کتاب تصور کیا جاتا تھا کتک کہ وساکھ ۹) اسی طرح گورو نانک جی کے اس عرشی چولہ کو جو انہیں خدا تعالےٰ کی طرف سے بطور خلعت کے ملا تھا۔ (ملاحظہ ہو گورو گرنتھ صاحب ۱۰۵ و گورو گرنتھ کوش ۷۶۲۔ و جنم ساکھی بھائی بالا ۲۳ و نانک پرکاش اترارد ھ ادھیائے ۱۷۔ گورو نانک کور جودے جنم ساکھی ۹۸۔ وار تک نانک پرکاش ۳۳۳ خورشید خالصہ ۱۷۔ جیون چرتر گورو نانک جی معندلی ۱۰۸۔ جنم ساکھی اردو ۳۱

پنتھ پرکاش پیرا ۹ پوتھی جنم ساکھی بھائی بالا صاحب۔ رسالہ پنجابی ساہت اپریل ۱۹۶۲ء وغیرہ) گورو نانک جی کا ایک فرضی تبرک ثابت کرنے کی جسارت کی گئی اور سکھ لٹریچر میں اس سے متعلق بے شمار من گھڑت اور متضاد روایات داخل کر دی گئیں۔ نیز گورو ہرسہائے کے اس قرآن شریف کو جو گورو نانک جی اپنے سفروں میں ساتھ رکھا کرتے تھے اور جسے سکھ لوگ "بابے دی پوتھی" کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ مفقود کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔

غیر مسلم وِدوان اور گورو نانک جی

گورو نانک جی مہاراج کے اسلام سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحقیقات چونکہ ٹھوس بنیادوں پر تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے غیر مسلموں میں بھی ایسے لوگ پیدا کر دئے جو حضور کی اس تحقیق کی تائید کرنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ اس تعلق میں چند ایک کی بیہ حوالہ جات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

ایک ہندو وِدوان ڈاکٹر تارا چند جی نے گورو نانک جی سے متعلق بیان کیا ہے کہ:۔

"It is clear that Nanak Took the prophet of Islam as his model and his teaching naturally deeply coloured by fact."

(Influence of Islam on Indian culture p 169)

یعنی۔ یہ ایک واضح بات ہے کہ گورو نانک جی پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بے حد متاثر تھے۔

گورودوارہ ٹریبونل کے ایک فاضل جج نے اپنے ایک فیصلہ میں گورو نانک جی سے متعلق مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار فرمایا ہے:۔

"بعض لوگوں کا خیال ہے (ملاحظہ ہو ہیوز کی ڈکشنری آف اسلام) کہ گورو نانک جی نے اپنے خاص عقائد اسلام سے اخذ کئے ہیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ انہوں نے خود کو اسلام کے خلاف ظاہر نہیں کیا۔"

(اداس سکھ ہیں ص ۲۳)

ایک سکھ وِدوان پروفیسر کرتار سنگھ جی ایم نے اس سلسلہ میں لکھا ہے کہ:۔

صرف اس بناء پر کہ میں اس خدائے واحد کا پرستار ہوں کہ جس جیسا اور جس کے برابر کوئی دوسرا نہیں۔ اس خدائے واحد کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے سے انکار کرنے کی وجہ سے میں مسلمان کہلانے والوں سے اسلام کی خالص توحید (خدائے احد کی پرستش) کے اصول کے زیادہ نزدیک ہوں"

(ترجمہ از جیون کتھا گورو نانک جی ص ۳۳۲)

ایک سکھ وِدوان پروفیسر شیر سنگھ جی ایم اے پی ایچ ڈی کا بیان کرتے ہیں کہ:۔

"صوفی زندگی اور سکھ مذہب میں بہت سی باتیں مشترک ہیں۔ خدا تعالیٰ کی عبادت۔ ذکر الٰہی کیرتن کرنا۔ خدا تعالیٰ کی حمد بیان کرنا اور رنگ کا سدا بہت لگانا۔ صوفیاء اور سکھوں میں سطحی نظر والے کو بھی مشترک نظر آئیں گے تمام مذاہب کا احترام کرنا۔ ہر ایک مذہب کے بزرگوں۔ پیغمبروں اور اوتاروں کی عزت کرنا۔ دوسروں کے عقائد اور خیالات کو برداشت کرنا اور بردباری سے پیار کرنا برائی دکھاوے کی بجائے سداچاری اور روحانیت پر زور دینا۔ گورو نانک جی کی تعلیم اور صوفیاء میں ایک ہی شکل میں ہیں۔"

(ترجمہ از گورمت درشن ص ۱۷۰)

مشہور سکھ لیڈر ماسٹر تارا سنگھ جی نے ایک مرتبہ بیان کیا تھا کہ:۔

"مذہبی اصولوں میں سکھ مسلمانوں کے قریب ہیں ...... احمدی گورو نانک جی کو مسلمان کہتے ہیں .... یہ درست ہے کہ ہمارا مذہب مسلمانوں کے نزدیک ہے۔"

(ترجمہ از رسالہ سنت سپاہی اگست ۱۹۶۲ء)

حالی ہی میں ایک ہندو وِدوان ساہتیہ رتن، کاویہ تیرتھ پنڈت بھوانی شنکر شرما ترویدی بی اے۔ شاستری۔ پربھاکر نے ایک کتاب "ہمارا ہندی ساہت اور اس کا بھاشا پردار" کے نام پر تصنیف کی ہے۔ جس کے پبلشر لالہ ہر چند لچھمن داس کتب فروش گلی نندے خان۔ کوچہ چابکسواراں۔ دریا گنج دہلی ہیں۔ اس میں فاضل مصنف نے گورو نانک جی سے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ:۔

"گورو نانک جی اسلام سے بہت متاثر تھے اور ان کا جھکاؤ زیادہ تر مسلمانوں کی طرف ہی تھا۔"

(ترجمہ از رسالہ گورمت پرکاش امرتسر فروری ۱۹۶۳ء)

یہ حوالہ جات ثابت کرتے ہیں کہ غیر مسلم محققین بھی حضور کے اس نظریہ سے متفق ہیں کہ گورو نانک جی اسلام کے شیدائی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فدائی تھے الغرض اہل علم حضرات پر اب یہ حقیقت [illegible] (الفرقان)

کف ایکس

کھانسی نزلہ و زکام کی بہترین دوا

ایف عمر فارمیسوٹیکلز ۔ پاکستان!

دُنیائے طب کی بے نظیر ایجاد!

آنکھوں کی خوبصورتی اور تندرستی کے لئے بہترین تحفہ۔ موتیا بند کے سوا آنکھوں کی جملہ امراض کا تیر بہدف علاج۔ آنکھوں کو گرد و غبار اور موسمی اثرات سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس کا مسلسل استعمال بینائی تیز کرتا اور آنکھوں کو بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ بچوں، عورتوں اور مردوں سب کے لئے یکساں مفید ہے۔ متعدد جڑی بوٹیوں کا سیاہ رنگ خشک جوہر ہے جو پچاس سالہ استعمال و تجربہ کے بعد پیش کیا جا رہا ہے۔ قیمت:۔ فی شیشی ایک روپیہ چار آنہ علاوہ محصول ڈاک و پیکنگ۔

تیار کردہ:۔ خورشید یونانی دواخانہ۔ گولبازار ربوہ

رمضان المبارک کی رعایت میں ۳۱ مارچ کی توسیع کر دی ہے۔ مشاورت پر آنے والے احباب فائدہ اٹھائیں۔

(۱) مترجم شمائل شریف۔ ہدیہ چھ روپے رعایتی پانچ روپے (۲) معراج شمائل شریف بطرز آسان رعایتی چار روپے

حافظ فیض اللہ مکتبہ اشاعت القرآن ۔ ربوہ

ایک تول ~ فون نمبر ۲۷۸۸ ~ ایک زبان

احمدیوں کی کپڑے کی مشہور دوکان

مجاہد کلاتھ ہاؤس

چوک بازار ملتان شہر

ہر قسم کا بہترین کپڑا مثلاً اونی ریشمی، آرٹ سلک سوتی ساڑھیاں، دوپٹے سیٹ، لیڈی ہملٹن سیٹ و اچھی نرخوں پر ہم سے خرید کر فائدہ اٹھائیں

پروپرائٹر

چوہدری عبدالرزاق اینڈ سنز جالندھری

دوسروں کی نگاہ اور آپ کا ذوق

فون نمبر ۲۶۲۳

فرحت علی جیولرز ۲۹ کمرشل بلڈنگ دی مال لاہور

فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ربوہ کی مصنوعات

شائنو بوٹ پالش
شاہین بوٹ پالش
شاہین برلینٹن
شاہین پامیڈ
شائنو ہیئر آئل ہر قسم
شائنو پامیڈ
شائنو وائیٹ شو کلینر
شائنو موم بتی ہر سائز

اپنے شہر کے ہر جنرل مرچنٹ سے طلب فرماویں

حب مبارک ۔ اعصابی کمزوری کیلئے	۳/-
لطف شباب ۔ خاص طاقت کیلئے	۱۵/-
پیارا پھل ۔ نرینہ اولاد کیلئے	۱۰/-
دوائے اٹھرا ۔ حمل اور بچے کی حفاظت کیلئے	۱۵/-
سرمہ عجیب ۔ آنکھوں کی بیماری کیلئے	۲/-
صندلان ۔ خون کی صفائی کیلئے	۱/۲۰
بال جیون ۔ بچوں کی بیماریوں کیلئے	۳/-

حکیم مخدوم الطاف احمد اکمل الطب والجراحت
دواخانہ فضل ۔ بیت المخدوم ۔ میانی (سرگودھا)

میٹھی نیند ۔ بے خوابی کیلئے	۳/-
تپ توڑ ۔ ہر قسم کے بخار کے لئے	۲/-
حب مراد ۔ بے اولاد عورتوں کیلئے	۳۰/-
روپ نکھار ۔ خوبصورتی بڑھانے کیلئے	۲/-
مرہم مسیحی ۔ پھوڑے پھنسیوں کیلئے	۲/-
نین سکھ ۔ دُکھتی آنکھوں کے لئے	۲/-
نشاطی ۔ ناکام مردوں کے لئے	۳/۴۳

حکیم مخدوم الطاف احمد اکمل الطب والجراحت
دواخانہ فضل ۔ بیت المخدوم ۔ میانی (سرگودھا)

بامیکس

TRADE FOMAR MARK

دردِ سر ۔ نزلہ زکام ۔ گلے کی سوزش دانت درد و دیگر ہر قسم کی درد دُور کرنے کیلئے اکسیر الاثر اور فوری علاج

فضل عمر فارمیسوٹیکلز (پاکستان)

SUNSHINE GRIPE WATER
F. OMAR PHARMACEUTICALS (PAKISTAN)

سن شائن گرائپ واٹر

بچوں کی صحت اور تندرستی کا ضامن

ایف عمر فارمیسوٹیکلز ۔ پاکستان

اچھا لباس
اور
اچھا وقار
ہر قسم کے
کپڑے کیلئے
شاہد
کلاتھ ہاؤس
غلہ منڈی ربوہ
پر
تشریف لاویں

دانتوں کا ہسپتال

بغیر درد کے دانت نکالے جاتے ہیں سونے چاندی کی کھوڑیں بڑی احتیاط سے بھری جاتی ہیں اور جدید طریقہ سے مصنوعی دانت تیار کئے جاتے ہیں۔ آزمائش شرط ہے۔ بینظیر ٹوتھ پوڈر دانتوں کا محافظ
قیمت فی شیشی آٹھ آنے (۸؍)
شیخ سعادت محمود طارق ڈینٹسٹ غلہ منڈی ربوہ

سائیکل ٹرائیسکل اور بچہ گاڑیاں مضبوط خوبصورت اور ارزاں ملنے کا پتہ محبوب عالم اینڈ سنز راجپوت سائیکل ورکس نیلا گنبد لاہور

مندرجہ ذیل ڈیلروں سے مل سکتے ہیں

- بشیر جنرل سٹور ربوہ۔
- چاند کراکری ہاؤس دھنی رام روڈ انارکلی لاہور۔
- اعوان جنرل سٹور لیاقت مارکیٹ راولپنڈی۔
- امپیریل سپورٹس ٹرنک بازار سیالکوٹ۔
- سندھ سٹور کچہری بازار۔ لائل پور۔
- گوندل سٹور کچہری بازار سرگودھا۔
- قریشی برادر جہلم۔
- عبدالرشید محمد بابر۔ کابلی گیٹ پشاور۔
- اعوان برادرز چک بازار پشاور صدر۔
- آرمی سٹور۔ ایبٹ آباد۔
- فرنٹیئر کمرشل ایجنسی نوشہرہ۔
- اسلم جنرل سٹور۔ قصور۔
- شیخ ممتاز حسین اینڈ کو جنرل مرچنٹس چوک بازار ملتان شہر۔
- خورشید جنرل سٹور فریئر روڈ سکھر۔
- الحمرا ریڈیو اینڈ جنرل سٹور رحیم یار خاں۔
- جیلانی برادرز شاہ عالم مارکیٹ۔ لاہور۔

رشید اینڈ برادرز ٹرنک بازار سیالکوٹ